احمدیہ انجمن لاہور کی خصوصیات

- آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، نہ نیا نہ پرانا۔
- کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
- قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
- سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں۔
- سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔

فون نمبر: 5863260
5862956
مدیر: چوہدری ریاض احمد
Email: centralanjuman@yahoo.com
رجسٹرڈ ایل نمبر: 8532
قیمت فی پرچہ -/10 روپے

جلد نمبر 98	28 رجب المرجب تا 28 شعبان 1432 ہجری۔ یکم تا 31 جولائی 2011ء	شمارہ نمبر 14-13

ارشادات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

قبولیتِ دُعا کی شرائط

دعا سے وہ مراد ہے جو بجمیع شرائط ہو۔ اور تمام شرائط کو جمع کر لینا انسان کے اختیار میں نہیں جب تک توفیق ازلی یاور نہ ہو۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ دعا کرنے میں صرف تضرع کافی نہیں ہے۔ بلکہ تقویٰ اور طہارت اور راست گوئی اور کامل یقین اور کامل محبت اور کامل توجہ اور یہ کہ جو اپنے لئے دعا کرتا ہے یا جس کے لئے دعا کی گئی ہے اس کی دنیا اور آخرت کے لئے اس بات کا حاصل ہونا خلافِ مصلحت الٰہی بھی نہ ہو۔ کیونکہ بسا اوقات دعا میں اور شرائط تو سب جمع ہو جاتے ہیں مگر جس چیز کو مانگا گیا ہے وہ عنداللہ سائل کے لئے خلافِ مصلحت الٰہی ہوتی ہے اور اس کے پورے کرنے میں خیر نہیں ہوتی۔ مثلاً اگر کسی ماں کا پیارا بچہ بہت الحاح اور رونے سے یہ چاہے کہ وہ آگ کا ٹکڑا یا سانپ کا بچہ اس کے ہاتھ میں پکڑا دے یا ایک زہر جو بظاہر خوبصورت معلوم ہوتی ہے اس کو کھلا دے تو یہ سوال اس بچہ کا ہرگز اس کی ماں پورا نہیں کرے گی۔ اور اگر پورا کر دے اور اتفاقاً بچہ کی جان بچ جائے لیکن کوئی عضو اس کا بے کار ہو جائے تو بلوغ کے بعد وہ بچہ اپنی اس احمق والدہ کا شاکی ہوگا اور بجز اس کے اور بھی کئی شرائط ہیں کہ جب تک وہ تمام جمع نہ ہوں اس وقت تک دعا کو دعا نہیں کہہ سکتے۔ اور جب تک کسی دعا میں پوری روحانیت داخل نہ ہو۔ اور جس کے لئے دعا کی گئی ہے اور جو دعا کرتا ہے ان میں استعداد قریبہ پیدا نہ ہو تب تک توقع اثر دعا امید موہوم ہے اور جب تک ارادہ الٰہی قبولیت دعا کے متعلق نہیں ہوتا تب تک یہ تمام شرائط جمع نہیں ہوتیں اور ہمتیں پوری توجہ سے قاصر رہتی ہیں۔۔ بلاشبہ ایک مومن کی دعائیں اپنے اندر اثر رکھتی ہیں اور آفات کے دور ہونے اور مرادات کے حاصل ہونے کا موجب ہو جاتی ہیں کیونکہ اگر موجب نہیں ہو سکتیں تو پھر کیا وجہ کہ قیامت میں موجب ہو جائیں گی۔ سوچو اور خوب سوچو کہ اگر درحقیقت دعا ایک بے تاثیر چیز ہے اور دنیا میں کسی آفت کے دور ہونے کا موجب نہیں ہو سکتی تو کیا وجہ کہ قیامت کو موجب ہو جائے گی۔ یہ بات تو نہایت صاف ہے کہ اگر ہماری دعاؤں میں آفات سے بچنے کے لئے درحقیقت کوئی تاثیر ہے تو وہ تاثیر اس دنیا میں بھی ظاہر ہونی چاہیے تا ہمارا یقین بڑھے اور امید بڑھے اور تا آخرت کی نجات کے لئے ہم زیادہ سرگرمی سے دعائیں کریں۔ (برکات الدُّعا)

فرقان خُدا نما ھے
خُدا کا کلام ھے

(کلام حضرت امام الزماں)

ہے شکر ربِّ عزّ و جل خارج از بیاں ۔ جس کے کلام سے ہمیں اس کا ملا نشاں

وہ روشنی جو پاتے ہیں ہم اس کتاب میں ۔ ہوگی نہیں کبھی وہ ہزار آفتاب میں

اس سے ہمارا پاک دِل و سینہ ہوگیا ۔ وہ اپنے منہ کا آپ ہی آئینہ ہوگیا

اس نے درختِ دل کو معارف کا پھل دیا ۔ ہر سینہ شک سے دھو دیا ہر دِل بدل دیا

اس سے خدا کا چہرہ نمودار ہوگیا ۔ شیطان کا مکرو وسوسہ بے کار ہوگیا

وہ رہ جو ذات عزّ و جل کو دکھاتی ہے ۔ وہ رہ جو دل کو پاک و مطہر بناتی ہے

وہ رہ جو یار گمشدہ کو کھینچ لاتی ہے ۔ وہ رہ جو جامِ پاک یقین کا پلاتی ہے

وہ رہ جو اس کے ہونے پر محکم دلیل ہے ۔ وہ رہ جو اس کے پانے کی کامل سبیل ہے

اس نے ہر ایک کو وہی رستہ دکھا دیا ۔ جتنے شکوک و شبہ تھے سب کو مٹا دیا

افسردگی جو سینوں میں تھی دور ہوگئی ۔ ظلمت جو تھی دلوں میں وہ سب نور ہوگئی

جو دور تھا خزاں کا وہ بدلا بہار سے ۔ چلنے لگی نسیم عنایات یار سے

جاڑے کی رُت ظہور سے اس کے پلٹ گئی ۔ عشقِ خدا کی آگ ہر اک دل میں اٹ گئی

جتنے درخت زندہ تھے وہ سب ہوئے ہرے ۔ پھل اس قدر پڑا کہ وہ میووں سے لد گئے

فرقاں خدا نما ہے خدا کا کلام ہے

بے اس کے معرفت کا چمن ناتمام ہے

افتتاحی خطاب

فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

برموقع تربیتی کورس، مورخہ 3 جولائی 2011ء، بمقام جامع دارالسلام، لاہور

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ۙ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۙ مٰلِکِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ ؕ اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ ؕ اِہۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ ۙ صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِمۡ ۙ غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡہِمۡ وَ لَا الضَّآلِّیۡنَ ۔

"اللہ بے انتہا رحم والے، بار بار رحم کرنے والے کے نام سے"

سب تعریف اللہ کے لئے ہے، (تمام) جہانوں کے رب، بے انتہا رحم والے، بار بار رحم کرنے والے، جزا کے وقت کے مالک (کے لئے)۔ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں ہم کو سیدھے رستے پر چلا۔ ان لوگوں کے رستے (پر) جن پر تو نے انعام کیا، نہ ان کے جن پر غضب ہوا اور نہ گمراہوں کے"۔

میں نے آپ کے سامنے سورۃ فاتحہ کی تلاوت کی ہے۔ اس دعا کے ساتھ میں اس تربیتی کلاس کا آغاز کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس کو پرامن بنائے۔ تمام طلباء کے لئے فائدہ مند بنائے اور اس سے وہ سب کچھ سیکھیں جو ان کی عملی، دنیاوی، دینوی اور روحانی زندگیوں کے لئے پکی بنیاد مہیا کر سکے۔ اس تربیتی کورس میں آپ اسلام اور احمدیت کے بارے میں سیکھیں گے اور جماعت کے مقاصد اور آپ کے فرائض پر روشنی ڈالی جائے گی۔

مجھے بہت خوشی ہو رہی ہے کہ چھوٹے سے چھوٹے بچے سے لے کر بڑے بچوں اور بڑی عمر تک اور ہالینڈ سے چار طالب علم آئے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو یہاں اپنی حفاظت میں رکھے اور ہمیں توفیق دے کہ ہم اپنی مہمان نوازی میں کوئی کسر نہ چھوڑیں۔ ان بیرون ملک مہمانوں میں ایک ایسا نوجوان بھی شامل ہے جو سالانہ دعائیہ میں آیا تھا اس کو یہ جگہ اتنی پسند آئی کہ یہ دوبارہ آیا ہے اور اپنے ساتھ تین اور طالب علم میں لایا ہے۔ میں ان کو بھی خوش آمدید کہتا ہوں اور آپ سب کو بھی جو پاکستان کے مختلف شہروں سے آئے ہیں۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اس تربیتی کورس کا سب سے پہلا سبق یہ ہے۔ جب کوئی آپ کو سلام کرے تو آپ اس کو جواب میں **وعلیکم السلام** کہیں اور اس سے بھی بہتر دعا دیں۔ **السلام علیکم ورحمۃ اللہ** کا مطلب ہے "آپ پر امن ہو سلامتی ہو" تو آپ اس کو جواب میں کہیں گے "وعلیکم السلام" مطلب "تم پر بھی سلامتی ہو امن ہو" لیکن اگر اس سے بہتر دعا دینا چاہتے ہیں تو آپ اس کو کہیں **وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ** سلامتی کے ساتھ اللہ کی رحمت اور برکت بھی ہو۔ اس لئے جب کوئی سلام کرے اور آگے سے خاموشی ہو تو اس کے لئے قرآن کا حکم ہے کہ جو آپ کو دعا دے آپ اس کو بھی لوٹائیں یا اس سے بہتر دعا دیں۔ صرف **السلام علیکم** بھی کہے تو کم از کم آپ نے اس کو **وعلیکم السلام** کہنا ہے۔ یہ بہت بڑی دعا ہے۔ اسے اسلام کی پہچان بھی کہا جاتا ہے کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو اس دعا سے پہنچانتا ہے۔ پھر اس کا مطلب ہے کہ تم میری طرف سے امن میں ہو میں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاتا۔

اس لئے اس سے بڑی دعا اور کوئی نہیں ہے اور اسلام اور مسلمان کی تعریف

میں یہ آتا ہے کہ جو آپ کو السلام علیکم کہے اس کو آپ کافر نہیں کہہ سکتے۔ اس لئے شاید ملکوں میں ایسے اصول بھی بن جاتے ہیں کہ کچھ لوگ السلام علیکم ورحمتہ اللہ نہیں کہیں مگر یہ تو اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ ایک دوسرے پر سلامتی بھیجنا ہمارا فرض بنتا ہے۔

پچھلے سال جو میرے دل میں سب سے بڑا دکھ تھا کہ ہمیں ایسی وجوہات پیش آئیں کہ ہم تربیتی کورس نہ منعقد کر سکے۔ اس سال میں بہت یقین لے کر یہاں کھڑا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں امن میں رکھے گا۔ اور آپ سب حفاظت سے رہیں گے اور حفاظت سے واپس اپنے گھروں کو جائیں گے۔ لیکن ایک چیز یہ کہ جتنے بچے اور بڑے ہیں وہ اس کورس میں باقاعدگی سے شمولیت اختیار کریں کیونکہ یہ Selective session والی چیز نہیں ہوتی تمام کورس کے پہلو ایک دوسرے سے منسلک ہوتے ہیں۔

ہم نے اس کورس کو یوں ترتیب دیا ہے کہ وہ تمام چیزیں جو ایک احمدی کو جاننی چاہیں وہ یہاں سے سیکھ کر چلا جائے۔ ہمارے دلوں میں جو ہچکچاہٹ ہوتی ہے کسی کو بتاتے ہوئے کہ ہم احمدی ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ کوئی سوال پوچھے گا ہم اس کو جواب نہیں دے پائیں گے۔ لہذا خاموشی بہتر ہے۔ یہ احساس ہم آپ کے دلوں سے نکال دینا چاہتے ہیں اور اس جگہ ہر بچے کے دل میں یہ احساس ڈال دینا چاہتے ہیں کہ ہم نے اور ہمارے والدین نے جو احمدیت اختیار کی ہوئی ہے اس کی کوئی خاص وجہ ہے۔ اور وہ وجہ یہ ہے کہ احمدیت اسلام کا صحیح نمونہ ہے۔ اور اس کو دنیا میں پھیلائیں، قرآن کی تعلیم کو صحیح رنگ میں دنیا میں پہنچائیں اور پھر اس پر خود بھی عمل کریں۔ آپ جب عمل کر کے کسی کو تبلیغ کرتے ہیں تو پھر اس کا اثر ہوتا ہے۔

آپ یہاں سے نہ صرف علم سیکھ کر جائیں بلکہ ان چیزوں پر سارا سال عمل کرتے رہیں۔ اگر آپ ان دو ہفتوں میں جو کچھ سیکھ رہے ہیں اس پر عمل کریں گے تو یہ آپ کی زندگی کا حصہ بن جائے گا اور آپ ایک کامیاب پاکستانی اور کامیاب مسلمان بن جائیں گے۔

میں آپ سب کے لئے اور اس تربیتی کورس کے لئے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس کو کامیابی عطا فرمائے۔ میں ان سب والدین کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے اتنے دور دراز سے اپنے بچوں کو خدا کے حوالے کر دیا کہ جائیں علم سیکھیں، دین سیکھیں۔ وہ ماں باپ گھر پر ہیں اور ان کے بچے اپنے شہر کا نمائندہ لے کر یہاں پر پہنچے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو مکمل حفاظت عطا فرمائے اور ان کی نیکیوں میں اضافہ فرمائے اور اپنی اولادوں پر فخر کرنے والے والدین بنیں اور ایسے بچے ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک کا موجب بنیں اور ہم ان پر فخر کرنے والے والدین بنیں۔ آمین

پیغام رمضان المبارک

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

سورۃ البقرہ کی آیت 185 میں اللہ تعالیٰ نے ماہ رمضان کی برکات کا ذکر فرمایا ہے۔ رمضان کے بابرکت مہینہ میں اللہ تعالیٰ ہمیں عبادات اور اپنی قربت کا موقع عطا فرماتا ہے۔ یہ اللہ سے قربت نمازوں، روزوں، قرآن پڑھنے، اسے سمجھنے اور اس کی ہدایت پر چلنے، اپنے گناہوں کی معافی مانگنے اور آئندہ گناہ سرزد ہونے سے اللہ کی حفاظت، کثرت استغفار کے ذریعہ مانگنے سے حاصل ہوتی ہے۔

جب ہم خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لئے کوشش کر رہے ہوتے ہیں تو اس کوشش کے دوران ہمارے دلوں میں قرآن کریم کے ساتھ ایک گہرا لگاؤ جنم لیتا ہے اور یہ محبت مسلسل ترقی کرتی جاتی ہے۔ جیسے جیسے قرآن کے ساتھ لگاؤ بڑھتا ہے ویسے ویسے ہم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے قریب پانے لگتے ہیں۔

ہمارے لئے حضرت مرزا غلام احمد صاحب کی ذات میں ایک عمدہ نمونہ ہے۔ جنہوں نے قرآن کریم اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بے لوث اور انتہاء کی حد تک محبت کی۔ ہم جب ان کی تصنیفات جن میں ان کی نظمیں بھی شامل ہیں پر غور کرتے ہیں تو اس محبت کی جھلک ہم پر روز روشن کی طرح ظاہر ہونے لگتی ہے۔

ذاتی طور پر میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب کی قرآن کریم سے اس والہانہ محبت سے بہت متاثر ہوں۔ حال ہی میں میں نے ارادہ کیا ہے کہ میں آپ کی نظموں کا انگریزی ترجمہ کر کے مغرب کے لوگوں تک پہنچاؤں۔ اس سلسلہ میں مجھے آپ کی دعا کی اشد ضرورت ہوگی کہ میں یہ کام پایہ تکمیل تک پہنچا سکوں۔ میں نے آپ کی نظم ''جمال و حسن قرآں نور جان ہر مسلماں ہے'' کا ترجمہ کیا ہے اور یہ میں آپ کے مطالعہ کے لئے اس شمارہ میں شامل کر رہا ہوں۔

جب آپ رمضان میں دعائیں کریں تو اپنے خاندانوں، جماعت اور ملک کے لوگوں کے علاوہ تمام دنیا کے لوگوں کے لئے امن کی دعا کریں اور دعائیں کرتے وقت یہ بات یاد رکھیں کہ ہمارا اللہ تمام جہانوں کا رب ہے (رب العالمین)۔ ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمام انسانیت کے لئے رحمت ہیں (رحمت العالمین)۔ اور ہماری کتاب قرآن کریم تمام زمانوں کے لوگوں کے لئے ہدایت ہے (ھدی للناس)۔ اللہ سے دعا ہے کہ وہ اس رمضان میں ہم سب پر رحمتیں اور برکتیں نازل فرمائے۔

سورۃ الرحمٰن کی فضیلت واہمیت

خطبہ جمعہ، فرمودہ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

برموقع تربیتی کورس، مورخہ 8 جولائی، 2011ء، بمقام جامع دارالسلام، لاہور

''رحمٰن نے قرآن سکھایا، انسان کو پیدا کیا، اسے بولنا سکھایا'' (55:1-4)

میں نے آپ کے سامنے سورۃ الرحمٰن کی پہلی چار آیات تلاوت کیں اور ان کا ترجمہ سنایا ہے۔

یہاں پر چار خاص الفاظ آئے ہیں **الرحمٰن، القرآن، الانسان اور البیان۔** چونکہ چاروں کے ساتھ ''ال'' کا استعمال ہوا ہے۔ اس لئے ان الفاظ میں کسی ایک ہستی یا چیز کی طرف اشارہ ہے۔ ان آیات میں **''الرحمٰن''** اللہ کا تعریفی اسم **''القرآن''** اللہ کی وہ کتاب جس میں کوئی شک نہیں کہ وہ سب سے بڑھ کر اہمیت والی کتاب ہے۔ **''الانسان''** یعنی رسول کریم صلعم اور **''البیان''** قرآن کی تشریح کی طاقت ہے۔ تو کہا جا رہا ہے کہ **''الرحمٰن''** نے اپنی رحمانیت کی وجہ سے انسان کی روحانی نشوونما کے لئے **''القرآن''** رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک پر نازل کیا تاکہ وہ انسانیت کے لئے ہدایت کا موجب بنے۔ **''البیان''** یعنی اس کی تفسیر کی قوت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ نے بخشی۔ اور ان ہی کے عملی نمونہ سے انسانیت کی ہدایت فرمائی۔

عَلَّمَهُ الْبَيَانَ

اللہ تعالیٰ انسان کو رسول کریم صلعم کے ذریعہ قرآن کی سمجھ سکھائی اور اپنے علم والے بندوں کو بھی اس کی گہرائیوں کو سمجھنے کی ہدایت دی۔ البیان کا دوسرا مطلب بولنے کی قوت بھی ہے جو انسانوں کے لئے مخصوص ہے، بولنے میں communication skills کے تمام طریقے شامل ہیں۔ ہر جانور میں ایک محدود درجے کی سمجھ بوجھ ہوتی ہے جس کے ذریعے وہ بتا سکتا ہے کہ مجھے بھوک یا پیاس لگی ہے، وغیرہ وغیرہ۔ انسانوں میں وہ خاصیت ہے کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ تبادلہ خیال کر سکتے ہیں، ایک دوسرے کو بات پہنچا سکتے اور ایک دوسرے کی بات کو سمجھ سکتے ہیں۔ صرف بولنا ہی نہیں اس کے علاوہ آپ لکھ کر اور اشاروں سے بھی اپنی بات سمجھا سکتے ہیں۔ پھر آپ ٹائپ کر کے اور (Email, Message) ای میل، میسج کر کے سمجھا سکتے ہیں۔ تو اپنے خیالات کو دوسرے تک پہنچانا یہ صلاحیت البیان Communication Skill ہے۔ اسی کا ذکر اپنی رحمانیت میں کر دیا۔ آپ دیکھتے ہیں کہ سورۃ الرحمٰن میں اس میں خدا تعالیٰ کی بندوں پر جو عنایات ہیں وہ اس کے پیدا ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اسے عطا فرمائیں۔ ہوا، پانی، اس کے رہنے کے لئے زمین، اس کی ہدایت کے لئے نبی، رسول، کتب کا نازل ہونا ان میں شامل ہے۔ اور اس سلسلہ میں **رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ٹھہرے اور قرآن کریم آخری کتاب ٹھہری۔** اس طرح خدا تعالیٰ نے اپنی رحمانیت کا تقاضا وہاں بھی پورا کیا۔

اس کے ساتھ ایک بہت بڑا سوال سورۃ الرحمٰن میں انسان سے بار بار پوچھا جاتا ہے۔ کہ **''تو تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے''**۔ یہ آپ کو ایک طرح سے خدا تعالیٰ کی طرف سے اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے شکر گذار بندے بنو، اس کی عنایات کو ایسے نہ لو کہ یہ تمہارا حق تھا جو تمہیں ملنا ہی تھا، پیدا کیا تھا تو یہ تو دینا ہی تھا۔

سورۃ الرحمٰن میں 78 آیات ہیں اور اس میں 31 دفعہ یہ سوال پوچھا جا رہا ہے کہ **''تو تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے''**۔ یہ آپ کی اندرونی فطرت کو خدا تعالیٰ سوال کر کے پوچھتا ہے کہ کیا تم اپنی زندگی خدا کا شکر کیے بغیر گذارو گے؟ اگر آپ دیکھیں کہ قرآن کریم کا آغاز **''الحمد اللہ''** سے ہوتا ہے۔ وہاں پر بھی شکر خدا کا کیا جا رہا ہے جس نے یہ تمام عنایات ہمیں دیں جن میں ہدایت کا ذریعہ قرآن

بھی شامل ہے اور ہمیں اتنی توفیق دی کہ ہم اس کے آگے کھڑے ہو کر اس سے اپنی ضروریات مانگ رہے ہیں۔ اس کی عبادت کر کے اس کا قرب حاصل کر رہے ہیں۔ جس ہدایت کو ہم نے مانگا خدا نے کہا ''ذٰلِکَ الۡکِتٰبُ لَا رَیۡبَ فِیۡہِ ہُدًی لِّلۡمُتَّقِیۡنَ'' خدا تعالیٰ نے وہ ہدایت ایک نسخہ میں لکھ کر آپ کو دے دی کہ اس پر چلو گے تو آپ سے اللہ تعالیٰ قریب ہوتا چلا جائے گا۔

ہمیں سوچنا یہ ہے کہ ہم اس ہدایت سے کتنا فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ اس کی کتنی حفاظت کر رہے ہیں۔ اس ہدایت نامہ کے بارے میں آیا ہے کہ یہ انسانوں کی زندگیوں میں سے مقام ثریا پر چلے جائے گا تو ایک شخص آئے گا جو اس کو وہاں سے اتار کے دوبارہ ہماری زندگیوں میں، دلوں میں اور آپ کے گھروں میں لائے گا۔ یہ مسیح موعود علیہ السلام کے بارے میں پیشگوئی تھی کہ وہ قرآن آپ کے پاس دوبارہ لائیں گے۔ تو ہمارے پاس قرآن تو وہ لے کر آئے مگر ہم پر بہت بڑا فرض عائد ہو گیا کیونکہ ہمیں خدا نے انسان بنا کر بھیجا ہے اس نے ہمیں آزادی دی ہے کہ ہم بُری زندگی میں رہیں یا فرشتہ سیرت شخص بننا چاہیں۔

سورۃ الرحمٰن میں جنتٰن کا وعدہ دیا ہے یعنی یہاں سے جس کی جنت شروع ہو جائے گی وہ وہاں بھی اس جنت کو پائے گا۔

جب ہمیں قرآن دیا گیا ہے تو ہمارے کیا کیا فرض بنتے ہیں؟ ہمارے فرائض یہ نہیں کہ جب قرآن پڑھا جائے تو اس کو غور سے سنیں اور اسے پڑھنا سیکھیں، سمجھیں اس پر عمل کریں اور اس کی تبلیغ کریں۔ یہ والدین کا بھی فرض بنتا ہے کہ بچوں کو قرآن سکھائیں یا یہ انتظام کریں کہ کہیں ان کے بچے قرآن پڑھنے کی سعادت سے محروم نہ ہو جائیں جب ان بچوں کو قرآن پڑھانا سکھائیں گے تو ان کو پتہ نہیں چلے گا کہ اس میں کیا کیا حکم آئے ہیں۔ اور جب وہ معنی سیکھیں گے اور اس کی تفسیر میں جائیں گے تو اس میں ان کو پتہ چلے گا کہ قرآن میں انسان کو کیا کیا تعلیم دی گئی ہے۔ بچوں کو سمجھنا چاہیے کہ قرآن کی تعلیم اتنی ہی اہم ہے جیسے ان کے سکول وکالج کی تعلیم۔ جب وہ میٹرک پاس کرنے کے لئے وقت دیتے ہیں اور جان لڑاتے ہیں ویسے ہی قرآن کا علم حاصل کرنے کے لئے بھی محنت کریں۔ والدین کو چاہیے کہ اگر وہ خود وقت نہیں نکال سکتے تو کسی استاد کے ذریعہ بچوں کو قرآن کی تعلیم دیں۔ اولاد کو قرآن کی تعلیم سے محروم رکھنا ان پر بڑی ناانصافی ہے۔

قرآن کے احکامات پر خود عمل کریں، نمونہ بنیں اور بچوں کو اس کی طرف تبلیغ کریں۔ اور قرآن کو پڑھنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ آپ اس کو Interactive انداز سے پڑھیں یعنی ہر آیت کے بعد سوچیں کہ قرآن مجھے کیا کہہ رہا ہے اور اس میں میرے لئے کیا پیغام ہے مثلاً قرآن کہتا ہے کہ **''ہمیشہ سچ بولا کرو''**۔ اب اپنے آپ سے پوچھو کہ میں ہمیشہ سچ بولتا ہوں جیسا قرآن نے کہا ہے یا نہیں۔ کیا میں جھوٹ تو نہیں بولتا؟۔

قرآن سے محبت رکھو

ہمارے امام نے اس محبت کا ہمیں سکھایا اور یہ بتایا ہے کہ جو لوگ قرآن سے محبت نہیں کرتے وہ اللہ سے دوری اختیار کرتے ہیں وہ ضائع ہو جاتے ہیں۔ کسی قوم پر عذاب تب آتا ہے جب وہ قرآن سے دوری اختیار کر لیتی اور اس پر عمل کرنا چھوڑ دیتی ہے۔ آج کل ہم اپنے اردگرد بے عملیوں کا نتیجہ روزانہ دیکھ رہے ہیں لہذا توبہ اور قرآن پر عمل کرنے کا وقت ہے۔

حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ:

''مسلمانوں پر تب ادبار آیا کہ جب تعلیم قرآں کو بھلایا''۔ ہم قرآن کو بھولیں تو خدا ہمیں بھول جائے گا۔ ہم اسے اتنی عزت دیں جتنی ہمارے زمانے کے امام نے دی۔

دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں
قرآں کے گرد گھوموں کعبہ میرا یہی ہے

ہم اللہ تعالیٰ سے Guideline یعنی ہدایت مانگتے رہیں۔

قرآن میں آتا ہے **''ہم نے قرآن میں وہ کچھ اتارا ہے جو مومنوں کے لئے شفاء اور رحمت ہے''**۔ آپ کے سارے گناہوں کے لئے شفاء قرآن کریم ہے۔ اس قرآن کے پیچھے آپ پڑ جاؤ گے تو آپ کے سارے گناہ دور ہو جائیں گے۔

قرآن کے ساتھ اپنا لگاؤ رکھو، والدین اپنا فرض ادا کریں، بچے اپنا فرض ادا کریں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں قرآن پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ قرآن کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں اسے دنیا میں پھیلانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

استجابتِ دعا کی حقیقت پر

حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ کی ایک بصیرت افروز تحریر

اکثر لوگ یہ سوال کرتے ہیں کہ تدبیر کی موجودگی میں دعا کی کیا ضرورت ہے اس سوال کا جواب دیتے ہوئے حضرت مرزا صاحب فرماتے ہیں:

’’سوایسے سب صاحبوں کو واضح رہے کہ قانون قدرت اور صحیفہ فطرت پر نظر ڈالنے سے ان تمام اوہام کا بڑی صفائی سے جواب ملتا ہے۔ خدا کا قانونِ قدرت جو ہماری نظر کے سامنے ہے ہمیں بتلا رہا ہے کہ سلسلہ تدابیر اور معالجات کا طلب اور استدعا سے وابستہ ہے یعنی جب ہم فکر کے ذریعہ سے یا کسی اور طریق جستجو کے ذریعہ سے کسی تدبیر اور علاج کو طلب کرتے ہیں یا اگر ہم طلب کرنے میں احسن طریق کا ملکہ نہ رکھتے ہوں یا اگر اس میں کامل نہ ہوں تو مثلاً اس غور اور فکر کے لئے کسی ڈاکٹر کو منتخب کرتے ہیں اور وہ ہمارے لئے اپنی فکر اور غور کے وسیلہ سے کوئی احسن طریق ہماری شفا کا سوچتا ہے تب اس کو قانون قدرت کی حد کے اندر کوئی طریق سوجھ جاتا ہے جو کسی درجہ تک ہمارے لئے مفید ہوتا ہے۔ سو وہ طریق جو ذہن میں آتا ہے وہ درحقیقت اس خوض اور غور اور فکر اور توجہ کا نتیجہ ہوتا ہے جس کو ہم دوسرے لفظوں میں دعا کہہ سکتے ہیں کیونکہ فکر اور غور کے وقت جبکہ ہم ایک مخفی امر کی تلاش میں نہایت عمیق دریا میں اتر کر ہاتھ پیر مارتے ہیں تو ہم ایسی حالت میں بہ زبان حال اس اعلیٰ طاقت سے فیض طلب کرتے ہیں جس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں غرض جبکہ ہماری روح ایک چیز کے طلب کرنے میں بڑی سرگرمی اور سوز گداز کے ساتھ مبدء فیض کی طرف ہاتھ پھیلاتی ہے اور اپنے تئیں عاجز پا کر فکر کے ذریعہ سے کسی اور جگہ سے روشنی ڈھونڈتی ہے تو درحقیقت ہماری وہ حالت بھی دعا کی ایک حالت ہوتی ہے اسی دعا کے ذریعہ سے دنیا کی کل حکمتیں ظاہر ہوئی ہیں اور ہر ایک بیعت العلم کی کنجی دعا ہی ہے اور کوئی علم اور معرفت کا دقیقہ نہیں جو بغیر اس کے ظہور میں آیا ہو۔ ہمارا سوچنا، ہمارا فکر کرنا اور ہماری طلب امر مخفی کے لئے خیال کو دوڑانا یہ سب امور دعا ہی میں داخل ہیں صرف فرق یہ ہے کہ عارفوں کی دعا آداب معرفت کے ساتھ وابستہ ہوتی ہے۔ اور ان کی روح مبدء فیض کو شناخت کر کے بصیرت کے ساتھ اس کی طرف ہاتھ پھیلاتی ہے۔ اور محجوبوں کی دعا صرف ایک سرگردانی ہے جو فکر اور غور اور طلب اسباب کے رنگ میں ظاہر ہوتی ہے۔ وہ لوگ جن کو خدا تعالیٰ سے ربط معرفت نہیں اور نہ اس پر یقین ہے وہ بھی فکر اور غور کے وسیلہ سے یہی چاہتے ہیں کہ غیب سے کوئی کامیابی کی بات ان کے دل پر پڑ جائے اور ایک عارف دعا کرنے والا بھی اپنے خدا سے یہی چاہتا ہے کہ کامیابی کی راہ اس پر کھلے۔ لیکن محجوب جو خدا تعالیٰ سے ربط نہیں رکھتا وہ مبدء فیض کو نہیں جانتا اور عارف کی طرح اس کی طبیعت بھی سرگردانی کے وقت ایک اور جگہ سے مدد چاہتی ہے اور اس مدد کے پانے کے لئے وہ فکر کرتا ہے مگر عارف اس مبدء کو دیکھتا ہے اور یہ تاریکی میں چلتا ہے اور نہیں جانتا کہ جو کچھ فکر اور خوض کے بعد بھی دل میں پڑتا ہے وہ بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے اور خدا تعالیٰ متفکر کے فکر کو بطور دعا قرار دے کر بطور قبول دعا اس علم کو فکر کرنے والے کے دل میں ڈالتا ہے۔ غرض جو حکمت اور معرفت کا نکتہ فکر کے ذریعہ سے دل میں پڑتا ہے وہ بھی خدا سے ہی آتا ہے اور فکر کرنے والا اگرچہ نہ سمجھے مگر خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ وہ مجھ سے ہی مانگ رہا ہے۔ آخر وہ خدا سے اس مطلب کو پاتا ہے اور جیسا کہ میں نے ابھی بیان کیا ہے یہ طریق طلب روشنی اگر اعلیٰ وجہ البصیرت اور ہادی حقیقی کی شناخت کے ساتھ ہو تو یہ عارفانہ دعا ہے اور اگر صرف فکر اور خوض کے ذریعہ سے یہ روشنی لامعلوم مبدء سے طلب کی جائے اور سوز حقیقی کی ذات پر کامل نظر یہ ہو تو وہ محجوبانہ دعا ہے

دعا اور تدبیر میں تناقص

اب اس تحقیق سے تو یہی ثابت ہوا کہ تدبیر کے پیدا ہونے سے پہلے مرتبہ دعا کا ہے جس کو قانون قدرت نے ہر ایک بشر کے لئے ایک امر لابدی اور ضروری ٹھہرا رکھا ہے ۔ اور ہر ایک طالب مقصود کو طبعاً اس پل پر سے گذرنا پڑتا ہے پھر جائے شرم ہے کہ کوئی ایسا خیال کرے کہ دعا اور تدبیر میں کوئی تناقص ہے ۔ دعا کرنے سے کیا مطلب ہوتا ہے یہی تو ہوتا ہے کہ وہ عالم الغیب جس کو دقیق در دقیق تدبیریں معلوم ہیں کوئی احسن تدبیروں میں ڈالے بالوجہ خالقیت اور قدرت اپنی طرف سے پیدا کرے پھر دعا اور تدبیر میں تناقص کیوں کر ہوا؟

علاوہ اس کے جیسا کہ تدبیر اور دعا کا باہمی رشتہ قانون قدرت کی شہادت سے ثابت ہوتا ہے ایسا ہی صحیفہ فطرت کی گواہی سے بھی یہی ثبوت ملتا ہے جیسا کہ دیکھا جاتا ہے کہ انسانی طبائع کسی مصیبت کے وقت جس طرح تدبیر اور علاج کی طرف مشغول ہوتی ہیں ایسا ہی طبع جوش سے دعا اور صدقہ اور خیرات کی طرف جھک جاتی ہیں اگر دنیا کی تمام قوموں پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اب تک کسی قوم کا کانشنس اس متفق علیہائے مسئلہ کے برخلاف ظاہر نہیں ہوا پس یہی ایک روحانی دلیل اس بات پر ہے کہ انسان کی شریعت باطنی نے بھی قدیم سے تمام قوموں کو یہی فتوی دیا ہے کہ وہ دعا کو اسباب اور تدابیر سے الگ نہ کریں بلکہ دعا کے ذریعہ سے تدابیر کو تلاش کریں غرض دعا اور تدبیر انسانی طبیعت کے دو طبعی تقاضے ہیں کہ جو قدیم سے اور جب سے کہ انسان پیدا ہوا ہے دو حقیقی بھائیوں کی طرح انسانی فطرت کے خادم چلے آئے ہیں ۔ اور تدابیر دعا کے لئے بطور نتیجہ ضرور کے اور دعا تدبیر کے لئے بطور محرک اور جاذب کے ہے اور انسان کی سعادت اسی میں ہے کہ وہ تدبیر کرنے سے پہلے دعا کے ساتھ مبدء فیض سے مدد طلب کرے تا اس چشمہ لازوال سے روشنی پا کر عمدہ تدبیریں میسر آسکیں“

(ہاں) استجابت دعا کے یہ معنی نہیں ہیں کہ جو کچھ دعا میں مانگا گیا ہے وہ دیا جائے کیونکہ اگر استجاب دعا کے یہی معنے ہوں کہ وہ سوال بہرحال پورا کر دیا جائے تو دو مشکلیں پیش آتی ہیں اوّل یہ کہ ہزاروں دعائیں نہایت عاجزی اور اضطراری سے کی جاتی ہیں مگر سوال پورا نہیں ہوتا جس کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ دعا قبول نہیں ہوئی حالانکہ خدا نے استجابت دعا کا وعدہ کیا ہے ۔ دوسری یہ کہ جو امور ہونے والے ہیں وہ مقدر ہیں اور نہیں ہونے والے وہ بھی مقدر ہیں ان مقدرات کے برخلاف ہرگز نہیں ہوسکتا پس اگر استجابت دعا کے معنے سوال کا پورا کرنا قرار دیئے جائیں تو خدا کا یہ وعدہ کہ **ادعونی استجب لکم** ان سوالوں پر جن کا ہونا مقدر نہیں ہے صادق نہیں آسکتا یعنی ان معنوں کے رو سے یہ عام وعدہ استجابت دعا کا باطل ٹھہرے گا کیونکہ سوالوں کا وہی حصہ پورا کیا جاتا ہے جس کا پورا کیا جانا مقدر ہے لیکن استجابت دعا کا وعدہ عام ہے جس میں کوئی بھی استثنا نہیں پھر جس حالت میں بعض آیتیں ظاہر کر رہی ہیں کہ جن چیزوں کا دیا جانا مقدر نہیں وہ ہرگز دی نہیں جاتیں اور بعض آیتوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کوئی دعا رد نہیں ہوتی اور سب کی سب قبول کی جاتی ہیں اور نہ صرف اسی قدر بلکہ یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے تمام دعاؤں کے قبول کرنے کا وعدہ کر لیا ہے جیسا کہ آیت **ادعونی استجب لکم** سے ظاہر ہے پھر اس تناقص اور تعارض آیات سے بجز اس کے کیونکر مخلصی حاصل ہو کہ استجابت دعا سے عبادت کا قبول کرنا مراد لیا جائے یعنی یہ معنے کئے جائیں کہ دعا ایک عبادت ہے اور جب وہ دل سے اور خشوع و خضوع سے کی جائے تو اس کے قبول کرنے کا خدا تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے پس استجابت دعا کی حقیقت بجز اس کے کچھ اور نہیں کہ وہ دعا ایک عبادت منصور ہو کہ اس پر ثواب مترتب ہوتا ہے ہاں اگر مقدر میں ایک چیز کا ملنا ہے اور تقاضا اس کے لئے دعا بھی کی گئی تو وہ چیز مل جاتی ہے مگر نہ دعا سے بلکہ اس کا ملنا مقدر تھا اور دعا میں بڑا فائدہ یہ ہے کہ جب دعا کرنے کے وقت خدا کی عظمت اور بے انتہاء قدرت کا خیال اپنے دل میں جمایا جاتا ہے تو وہ خیال حرکت میں آکر ان تمام خیالات پر جن سے اضطراب پیدا ہوا ہے غالب ہو جاتا ہے اور انسانوں میں صبر اور استقلال پیدا ہو جاتا ہے اور ایسی کیفیت کا دل میں پیدا ہو جانا لازمہ عبادت ہے اور یہی دعا کا مستجاب ہونا ہے ۔

☆☆☆☆

جماعت احمدیہ لاہور کے تربیتی کلاس کے اغراض ومقاصد

از: چوہدری ناصر احمد صاحب

پسِ منظر

ماموِر زمانہ کا مشن تھا کہ ایک ایسی جماعت تیار ہوجائے جو دینی لحاظ سے ایک نمونہ ہو۔آپ کے تیار کردہ انسانوں کو دیکھ کر دنیا یہ کہنے پر مجبور ہوگئی کہ یہی صحیح معنوں میں اسلامی نمونہ ہیں۔آپ کے بعد جماعت کے امراء اور بزرگوں نے اس نمونہ کو جاری رکھا۔حضرت مولانا نور الدینؒ، حضرت مولانا محمد علیؒ اور حضرت مولانا صدرالدینؒ کے دور مجدّ دزماں کے تربیت یافتہ پیروؤں کے دور تھے۔جو انفرادی لحاظ سے بھی تربیت کا نمونہ تھے پھر اللہ تعالیٰ نے اس جماعت کی باگ دوڑ ایک درویش انسان ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب کے سپرد کی۔آپ پیشہ لے لحاظ سے جسمانی معالج ہونے کے ساتھ ساتھ انتہائی محبت اور سوز وگداز کے حامل روحانی طبیب بھی تھے۔جب آپ نے بیرونی ممالک کے دورے کئے تو عالم محسوسات سے آواز آئی کہ مرکز سے عملی لحاظ سے تربیت کا انتظام ضروری ہے۔پھر اس مردِ قلندر نے ایبٹ آباد میں انجمن کی پہلی تربیتی کلاس کا آغاز کیا۔اس میں جماعت کے پیر وجوان اور بچے شامل ہوئے۔آپ کے بعد حضرت امیر ڈاکٹر اصغر حمید صاحب کا دور آیا تو آپ نے بطور ایک ریاضی دان کے اس کلاس کو عددی لحاظ سے بہتر کردیا اور جماعت کے پرانے گھروں سے رابطے پیدا کرکے اس پروگرام کو مزید فعال کردیا۔اس دور میں تعداد 100 سے 150 تک ہوچکی تھی۔آپ کی رحلت کے بعد حضرت ڈاکٹر عبدالکریم سعید ایدہ اللہ تعالیٰ کا دور امارت آیا۔تو آپ نے بطور ایک پروفیشنل میڈیکل پروفیسر کے اس تربیتی کلاس کو ترجیحی بنیادوں پر آگے بڑھایا اور جماعت کے ہر مرد وزن اور خصوصاً چھوٹے بچوں کی تربیت کو فوکس ٹھہرایا۔جس کے خاطر خواہ نتائج مثبت انداز میں ہمارے سامنے ہیں۔کہ اس سال جولائی 2011ء میں تقریباً 210 طلباء کی کلاس بن گئی۔آپس میں ہزار اختلاف کے باوجود جماعت کے لئے یہ ایک نیک شگون مرحلہ ہے۔

کسی پتھر کی بھی تقدیر بدل سکتی ہے
شرط یہ ہے کہ قرینے سے سجایا جائے

اگر جماعتی مفادات کو ذاتی مفادات پر ترجیح کا عمل اور تعاونو الی البر پر قائم رہے تو کوئی وجہ نہیں کہ یہ کورس اپنی اہمیت کے لحاظ سے مشعل راہ ہوں گے۔

جماعت احمدیہ لاہور ایک دینی فلاحی اور اصلاحی ادارہ ہے۔اس کے نہ کوئی گروہ بندیوں کے مقاصد ہیں اور نہ کوئی سیاسی ہیں۔یہاں تو صرف اور صرف افراد اور خصوصاً بچوں کی تربیت اس رنگ میں کرنے کی کوشش ہے کہ ایک فلاحی معاشرہ کا قیام عمل میں آسکے۔

میں اپنی عقل اور بصیرت کی روشنی میں اس کورس کو دو لحاظ سے احباب جماعت کے سامنے پیش کر رہا ہوں۔

عمومی مقاصد

نظم ونسق: ان کورسوں کا عام طور پر مقصد ہوتا ہے کہ افراد کو مثبت سوچ کا حامل شہری بنایا جائے۔ان میں تقویٰ اور پرہیز گاری پیدا ہوسکے۔دینی اور دنیاوی لحاظ سے افراد کے مفادات کا تحفظ ہوسکے اور نماز کی عادات پیدا ہوں تاکہ آخرت کی زندگی کی تیاری بھی نظم وضبط کے ساتھ ہو۔

اخوت

بھائی چارہ کی روح کو برقرار رکھنا اسلام کے بنیادی اصولوں میں ہے۔پھر چھوٹی عمر کے بچے، بچیاں نرم ذہن رکھتے ہیں ان کو گرم لوہے کی طرح آسانی سے موڑا جاسکتا ہے۔جب ان کی سوچ درست سمت میں بدلے گی تو سچ بولنے کی عادت بن جائے گی۔

باہمی رابطہ

سماجی اور معاشرتی مسائل کا حل مضبوط رابطوں سے ہی بنتا ہے۔اس سے غیر متحرک اور غیر فعال افراد بھی جماعتی دھارے میں شامل ہوجاتے ہیں اور قافلے

کے دل سے احساس زیاں کا فقدان نہیں ہو پاتا۔

تفریح اور ذوق جمالیات

ان پروگراموں کے ذریعے بچوں کو جسمانی لحاظ سے بھی فائدہ ہوتا ہے ۔بچوں کی تفریح کے مواقع ملتے ہیں اورIn door game وغیرہ کے ذریعے ٹیم سپرٹ اور جذبہ پہل پیدا ہوتا ہے۔ بچوں کی شمولیت سے ذوق جمالیات میں نکھار پیدا ہوتا ہے اور ملنساری کے جذبہ کو فروغ ملتا ہے۔

احمدیہ انجمن لاہور خالصتاً فکری اور اصلاحی تحریک ہے اس لئے اس کے خصوصی مقاصد بھی درج ذیل ہیں۔

مرکز سے وابستگی

تربیتی کورس سے جماعت کے بچوں کی عملی زندگی کی ہیت ترکیبی بدل جائے گی۔ روحانی تقاضے دین اور سیاست کے درست تصور سے پورے ہوں گے۔ مرکز سے وابستگی سے افراد کی تربیت خود بخود ہو جاتی ہے اور ان میں اجتماعیت کے پہلو اجاگر ہو جاتے ہیں۔ مثلاً آغاز اسلام میں اسلامی مرکز سے وابستگی کی وجہ سے عرب کے بدو دنیا کے راہبر واور آئین ساز بن گئے تھے۔

تکمیل ذات

بچوں کی خفیہ صلاحتیں نشو ونما پا کر خود اعتمادی پیدا ہوتی ہے۔ بھر پور زندگی گذارنے کی طرف رغبت ملتی ہے۔ دل میں سوز و گداز اور طرز و انداز کے بدلنے سے شب و روز کی بدگمانیاں اپنی موت آپ مر جاتی ہیں۔ اچھے اچھے افراد جماعتی تنظیم کے دھارے میں شامل ہو جاتے ہیں۔ بکھری ہوئی اینٹیں ایک مربوط دیوار بن جاتی ہیں۔ امام وقت کی تربیت کا ہی اثر تھا کہ دہریت کی طرف مائل خواجہ صاحب کمال الدین بن گئے اور ریاضی اور انگریزی دان مفسر قرآن بن گئے۔

وحدت نصب العین

نوجوانوں کے منتشر ذہنوں کو اپنوں اور بیگانوں کی تباہ کاریوں سے بچانا اور باطل نظریات کے سامنے ڈٹ جانے کا درس دینا جماعت کے Master Minds اور Think tank افراد کا فریضہ ہے تاکہ وہ ماضی کے تجربات کی روشنی میں اپنے حال اور مستقبل کی تعمیر کریں اور یہ صرف قابل عمل پلاننگ اور فکر و تدبر سے پیدا ہوتا ہے۔ ایک دوسرے کی بات سننے اور برداشت کرنے سے ہی اجتماعی نصب العین پیدا ہوتا ہے اور پھر ہی جماعتی رشتے مضبوط ہوتے ہیں اور حلقہ اثر بڑھتا ہے۔ غور کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ سچ میں یہی خرابی ہوتی ہے کہ وہ کسی کا بھرم نہیں رکھتا۔ غیر تربیت یافتہ نوجوان عدم توازن کا شکار ہو جاتے ہیں کیونکہ یہ اصول ہے کہ زہریلے دودھ کی دہی بھی زہریلی ہوتی ہے۔ تربیت سازی کے فقدان سے بدقسمتی یہی نہیں ہوتی کہ پرخلوص، جذبہ عمل اور باکردار لوگوں کا فقدان ہو جاتا ہے بلکہ بڑی بدقسمتی یہ بھی ہوتی ہے کہ جن لوگوں میں یہ خوبیاں اور صلاحتیں موجود ہوں وہ بھی کسی غلط فہمی یا خود فریبی کا شکار ہو جائیں۔

بزرگوں کی روایات کو زندہ رکھنا

بچوں کے ذہنوں میں بزرگوں کے کارنامے اور روایات کا پختہ ہونا لازمی ہے۔ بزرگوں کی اطاعت کی مثالیں مثلاً حضرت عمر فاروقؓ کے دور کی مثالیں۔ مجدّ دزماں کے دور میں صاحبزادہ عبدالطیف شہید کا مثال بننا۔

حسن وتوازن پیدا رکھنا

تربیت حسن وتوازن پیدا کرتی ہے۔ گیہوں کے بیج سے گیہوں اور جو کے بیج سے جو ہی پیدا ہوں گے۔ انسان ہونے کے ناطے بچے، بچیاں برابر ان کورسوں میں شریک ہوتے ہیں۔ جن سے انسانی وضع قطع کا درس بھی ملتا ہے۔ تربیتی کورس انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ اس کی مثال اک ماچس کی ہے اگر آپ کے پاس چاول ،گھی، مسالحہ، لکڑی، پانی، دیگچہ سب کچھ ہے مگر ماچس نہ ہو تو پلاؤ نہیں پک سکتا۔

جماعت کے اساسی نظریہ (اشاعت قرآن) کا فروغ

تربیتی کورس کا منشور یہی ہے کہ حسد، غیبت، عیب جوئی، دین کا تمسخر، کج بحثی ،غصہ، بدظنی اور درگذر کرنے کے اسلامی اصول عام کئے جائیں اور منظم طریقہ سے اشاعت قرآن کا کام آگے بڑھ سکے جیسا کہ بزرگوں نے فرمایا ہے:

(۱): ''قرآن پڑھا کرو۔ اس سے تمہاری قدر و منزلت ہوگی۔ اس پر عمل کرو تاکہ تم حامل قرآن ہو جاؤ'' (حضرت عمر فاروقؓ)

(۲): ''قرآن کو پھیلاؤ آگے یہ اپنا کام خود کرے گا'' (مولانا محمد علیؒ)

فرمان خداندی ہے:

''کیا کبھی علم والے اور علم حاصل نہ کرنے والے برابر ہو سکتے ہیں''۔ اللہ تعالیٰ ان تربیتی پروگراموں کو اپنے فرمان کے مطابق آگے بڑھنے میں مدد دے۔

پھلا پھولا رہے یارب چمن اپنی امیدوں کا
جگر کا خون دے دے کر یہ بوٹے ہم نے پالے ہیں

رپورٹ سالانہ تربیتی کورس

(3جولائی تا 17جولائی2011)

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے امسال بھی گذشتہ سالوں کی طرح احمدیہ انجمن لاہور کا سالانہ تربیتی کورس 3 جولائی تا 17 جولائی منعقد ہوا۔

اس کورس میں دورونزدیک کے بہت سے طالب علموں نے شرکت کی اس کے علاوہ اس کورس کو بیرون ممالک سے آئے ہوئے مہمانوں نے بھی رونق بخشی۔

اس کورس میں ملک بھر سے 210 طلبہ و طالبات نے شرکت کی جبکہ بچوں کے ساتھ آئے ہوئے والدین سرپرستوں نے بھی استفادہ حاصل کیا علاوہ ازیں بیرون ملک (ہالینڈ) سے آئے ہوئے چار مہمانوں نے بھی رونق بخشی۔

اس کورس کو بچوں کی صلاحیت اور تعلیم اور عمر کو مدنظر رکھتے ہوئے تین سکولوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔

سینئر سکول 15 سال سے زائد

مڈل سکول 11 تا 15 سال

جونیئر سکول 11 سال تک

جونیئر سکول کے مزید دو سیشن بنائے گئے

جونیئر سکول A 5 سال تک

جونیئر سکول B 5 تا 11 سال

اس تربیتی کورس کے انچارج محترم عادل افضل صاحب تھے جو کہ اس وقت احمدیہ انجمن لاہور میں اسسٹنٹ سیکرٹری کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں ۔انہوں نے اپنی ٹیم کے ساتھ مل کر اس تربیتی کورس کامیاب بنایا۔

اس کورس کا آغاز حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی نصائح اور دعاؤں سے ہوا۔

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے والدین کو نصیحت کی کہ وہ اپنے بچوں کو قرآن پڑھنے، سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی طرف خود بھی توجہ دیں اور بچوں کو بھی۔ اور دین کو دنیا پر مقدم کریں۔

اس کورس کے ذریعے طالب علموں کو جن موضوعات سے روشناس کروایا گیا وہ یہ ہیں۔

”سٹڈی آف قرآن، سیرت النبی، ضرورت اہمیت حدیث، تقابل ادیان، نماز میں عمومی غلطیاں، سیرت مجدد اعظم، وفات مسیح ناصری، مجاہد کبیر، تصور جہاد، قتل مرتد، خلافت راشدہ، اخلاقیات، یاجوج و ماجوج، مسیح موعودؑ پر اعتراضات، ختم نبوت، بیعت کی اہمیت، زکوۃ، اختلاف سلسلہ، مسیح موعودؑ کے دعاوی، حضرت صاحب کی شاعری، نماز جنازہ دعائے قنوت، التبلیغ، ویب سائیٹس، ضرورت مجدّد، مسیح موعودؑ کا تصوف، حدود و تعزیرات، حضرت صاحب کی پیشگوئیاں“

ادائیگی نماز میں باقاعدگی کا خاص اہتمام کیا گیا اور نماز کے سپیشل نمبر تحریری امتحان میں شامل کئے گئے۔

نماز فجر کے بعد ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام پڑھنے اور نماز مغرب کے بعد درس قرآن کا سلسلہ جاری رہا۔ جس میں طلبہ و طالبات کی حاضری (شرکت) لازمی ٹھہرائی گئی۔ بچوں اور نوجوانوں کے اعتماد اور ذہنی صلاحیت کو ابھارنے (نکھارنے) کے لئے تقریری اور کوئز مقابلوں کا اہتمام کیا گیا اور ان مقابلوں کے نمبر تحریری امتحان میں شامل کئے گئے۔ ان دونوں مقابلوں میں بچوں اور نوجوانوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

بچوں، بچیوں اور نوجوانوں کی روحانی تربیت کے ساتھ جسمانی تربیت کا بھی خاص اہتمام کیا گیا۔ بچوں اور نوجوانوں کے لئے کرکٹ اور فٹ بال میچ کروائے

گئے اور بچیوں کے لئے بیڈمنٹن کا انتظام کیا گیا۔

کھیلوں کے نتائج اس طرح رہے:

فٹ بال

فٹ بال ٹورنامنٹ میں چار ٹیموں نے حصہ لیا۔

پوزیشن	ٹیم	قیادت
اوّل	B	ولید احمد
دوم	C	صاحبزادہ وقاص
سوم	A	اسفندیار
چہارم	D	سعیداللہ

کرکٹ

کرکٹ ٹورنامنٹ میں تین ٹیموں نے حصہ لیا

پوزیشن	ٹیم	قیادت
اوّل	C	عمر جاوید
دوم	A	طیب آفتاب
سوم	B	طیب اسلام

بیڈمنٹن ٹورنامنٹ (گرلز)

مڈل گروپ

پوزیشن	نام
اوّل	ثناء احمد
دوم	عیشاء عزیز
سوم	حارثہ عزیز

سینئر گروپ

پوزیشن	نام
اوّل	سعدیہ منور (ملتان)
دوم	شکیلہ (پشاور)
سوم	تبسم (پشاور)

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوجود بچوں کی حوصلہ افزائی کے لئے گراؤنڈ میں تشریف لاتے رہے۔ اور بیرون ملک (ہالینڈ) سے آئے ہوئے مہمانوں نے بھی بڑے شوق سے میچ دیکھے اور بہت محظوظ ہوئے۔

بچوں کی تفریح کے لئے دارالسلام کالونی میں یوتھ ڈے کا انعقاد کیا گیا جس میں بچوں، نوجوانوں اور تمام عمر کے افراد نے حصہ لیا۔ جس میں رسہ کشی، سپون ریس اور دیگر مختلف کھیلوں کے مقابلے کروائے گئے۔ جس سے ہر عمر کے افراد لطف اندوز ہوئے اور اس پروگرام کے کامیاب انعقاد پر منتظم ہارون جاوید صاحب اور ان کی ٹیم کو دادِ تحسین پیش کی۔

کورس کے اختتام سے قبل تحریری امتحان لیا گیا۔ اور اس کورس میں اوّل پوزیشن حاصل کرنے والے طالب علم سعید اللہ کو حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے صاحبزادہ عبداللطیف شہید شیلڈ اور صالحہ ظہور احمد کیش پرائز سے نوازا۔ جبکہ ڈاکٹر آصف حمید گولڈ میڈل سالانہ دعائیہ پر دیا جائے گا۔

مورخہ 17 جولائی 2011ء کو تربیتی کورس کی اختتامی تقریب منعقد ہوئی اس تقریب میں جنرل سیکرٹری احمدیہ انجمن عامر عزیز صاحب نے کورس کے کامیاب انعقاد پر تمام شرکاء اور منتظمین کی کوششوں کو سراہتے ہوئے ان کا شکریہ ادا کیا۔ حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے مقابلہ جات میں پوزیشن حاصل کرنے والوں کو شیلڈز، کیش پرائز اور تمام طلباء وطالبات، اساتذہ اور منتظمین کو سرٹیفکیٹس سے نوازا۔ آخر میں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے تمام شرکاء کو دعاؤں سے رخصت کیا۔

سالانہ تربیتی کورس 2011 کے مختلف مقابلہ جات میں پوزیشن حاصل کرنے والے طلباء وطالبات کا نام درج ذیل ہیں۔

تقریری مقابلہ

سینئر سکول

اول: خدیجہ احمد

دوم: سلیمان شکیل

سوئم: منیبہ آفتاب

مڈل سکول

اول: حارثہ عزیز

دوم: زینب احمد

سوئم: نورعلی + راحیل احمد

جونیئر سکول۔ A

اول: احسن احمد

دوم: ارسلان شکیل

سوئم: مصباح صابر

جونیئر سکول۔ B

اول: طوبیٰ شکیل

دوم: عمرانہ آفتاب

سوئم شانِ الٰہی + عدنان احمد

کوئز مقابلہ:

سینئر سکول

اول: عماد احمد

دوم: سعیداللہ

سوئم: منیبہ آفتاب

مڈل سکول

اول: احمد علی

دوم: ماہ رخ خان

سوئم: فضہ آفتاب

جونیئر سکول۔ A

اول: دانیال احمد

دوم: عبدالرزاق

سوئم: ارسلان شکیل

چہارم: ایمان نواز

جونیئر سکول۔ B

اول: عمرانہ آفتاب

دوم: محمد علی آفتاب

سوئم: مظفر احمد

تحریری امتحان

سینئر سکول

اول: سعیداللہ

دوم: صالحہ انوار

سوئم: سعیدہ فتح اللہ + خدیجہ احمد

مڈل سکول

اول: نورعلی

دوم: فضہ آفتاب

سوئم: رملہ آفتاب

جونیئر سکول۔ A

اول: عبدالرزاق + مصباح صابر

دوم: عبداللہ عثمان + ارسلان شکیل

سوئم: فضیلت کرامت

جونیئر سکول۔B

اول: طوبیٰ شکیل

دوم: عمرانہ آفتاب

سوئم: ماریہ منور

ہم کون ہیں

حضرت مولانا محمد علی رحمتہ اللہ علیہ

گر آں چیزے کہ من بینم عزیزاں نیز دیدندے

ز دنیا توبہ کردندے بچشم زار و خونبارے

رسالہ فتح اسلام میں اسلام کی حالت زار کا جو نقشہ حضرت مسیح موعودؑ نے کھینچا ہے اور

مے سزد گر خوں ببارد دیدہ ہر اہل دیں

سے شروع ہوتا ہے پڑھتے تا کہ جس کے دل میں اسلام کا درد ہے وہ چند پانی کے آنسو بہا کر ہی اس پاک گروہ میں شامل ہو جائے جس کی آنکھوں سے دین کے غم میں خون کے دریا رواں ہوئے ہیں۔ ہم کون ہیں؟ کا جواب اس مرثیہ کے ان دو اشعار میں ہے:

پیشِ چشمانِ شما اسلام در خاک اوفتاد

چیست عذرے پیشِ حق اے مجمع المتنعمین

ہر طرف کفر است جوشاں ہمچو افواجِ یزید

دیں حق بیمار و بے کس ہمچو زین العابدین

یا ان دو میں:

ایں دو فکرِ دینِ احمد مغزِ جانِ ما گداخت

کثرتِ اعدائے ملت قلت انصارِ دیں

کار و بار صادقاں ہرگز نماند نا تمام

صادقاں را دستِ حق باشد نہاں در آستیں

تو اے میرے رفیقو اور عزیز دوستو! اس بات کو نہ بھلاؤ کہ آپ کون ہیں اور کہاں کھڑے ہیں۔ کفر اور اسلام کی ایک سخت جنگ ہو رہی ہے۔ جس کو دنیا نہیں دیکھتی اور نہیں دیکھ سکتی۔ مگر حضرت مسیح موعودؑ نے اس کو دیکھا۔ اور اس راستباز کی بدولت آپ نے بھی دیکھا پھر اس کو پڑھو:

ہر طرف کفر است جوشاں ہمچو افواجِ یزید

دین حق بیمار و بے کس ہمچو زین العابدین

کفر کے ساتھ بے شمار فوجیں ہیں۔ بے انداز ساز و سامان ہیں چاندی اور سونا دریا کے پانی کی طرح بہہ رہا ہے۔ اور اسلام ہاں وہ اسلام جس کے لئے یہ بھی وعدہ موجود ہے اور وہ نہایت ہی سچا وعدہ ہے لیظھرہ علے الدین کلہ کہ کفر کی ان ساری طاقتوں کے باوجود غالب آئے گا۔ وہ اسلام اس بیکسی اور بیچارگی کی حالت میں پڑا ہے۔ آج چالیس کروڑ مسلمان اس کفر و اسلام کی جنگ میں ایک طرف کھڑے ہیں۔ مسیح موعودؑ کی جماعت کا بہت بڑا حصہ بھی اس جنگ کے میدان کو چھوڑ کر دوسرے زیادہ دلفریب میدانوں کی طرف بھاگا جا رہا ہے اور ایک نہایت ہی چھوٹی سی جماعت جس کو دنیا وقعت کی نگاہ سے نہیں دیکھتی۔ کفر کے ان سیلابوں کے سامنے اسلام کی حمایت میں سینہ سپر کھڑی ہے۔

یہی بات ہے جس کی طرف میں اپنی جماعت میں سے قدم پیچھے ہٹا لینے والوں، غفلت کی نیند سونے والوں، ادھورے دل سے ہاں میں ہاں ملانے والوں کو طاقت رکھتے ہوئے کمزور سی حرکت کرنے والوں کو توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ کیا انہیں اس بات کا احساس ہے کہ وہ کسی مقابلہ میں کھڑے ہیں اور کیا کر رہے ہیں؟ کیا ان میں سے ہر شخص اپنی پوری قدرت اور طاقت کو اس مقابلہ میں خرچ کر رہا ہے کیا جس کے ہاتھ میں یہ طاقت ہے کہ وہ اسلام پر چلتی ہوئی تلوار کو اپنے ہاتھ پر روک لے، اپنا ہاتھ آگے کر رہا ہے۔ کیا جس کے پاس وہ سامان ہے کہ وہ اس سے اسلام پر برستے ہوئے تیروں کو روک لے۔ وہ اس سامان کو لے کر میدان جنگ میں حاضر ہوا۔ کیا اس کی ساری توجہ اس مقابلے کی طرف ہے جس کے لئے اسے

تربیتی کورس 2011ء کی تصویری جھلکیاں ﴿کلاسوں کے مناظر﴾

''اساتذہ'' تربیتی کورس 2011ء

PEPS

کھڑا کیا گیا ہے یا اس کا دل دنیا کے منصوبوں میں غلطان و پیچان ہے اور صرف ان کا جسم میدان جنگ میں ہے؟

میرے دوستو! یادرکھو کہ تمہارے ہاتھ میں اسلام کا علم ہے تم اگر گر جاؤ اور پاؤں تلے روندے جاؤ تو ہرج نہیں۔ مگر اسلام کا جھنڈا سرنگوں نہ ہونے پائے۔ اگر تم میں سے ایک مرتا ہے تو اس جھنڈے کو سنبھالنے والا دوسرا موجود ہونا چاہیے۔ اگر ایک کا دایاں ہاتھ کٹ گیا ہے تو وہ بائیں ہاتھ سے ہی اس جھنڈے کو سنبھال لے۔ یادرکھو کہ یہ جھنڈا قرآن کا جھنڈا ہے۔ اگر تم اس کو بلند رکھنے کے لئے اپنی پوری طاقت صرف کردو گے تو خدا کی نصرت تمہارے ہاتھ چومنے کو تیار ہے۔ لیکن اگر تم نے ادھورے دل سے کام لیا اور قرآن کے جھنڈے کی وہ عزت نہ کی جو اس کا حق ہے تو تمہاری دنیا بھی تمہارے کسی کام نہیں آئے گی۔ خدا نے تمہیں بڑا بلند مقام دیا ہے اور تمہیں تبلیغ اسلام کی کشتی کا ناخدا بنایا ہے۔ اگر تم نے اس کشتی کو بچانے کے لئے اپنی پوری قوت صرف نہ کی تو خدا قادر ہے کہ **یستبدل قوماً غیر کمہ ثمہ لا یکوفوا امثالکمہ**

ہمارے فرائض کیا ہیں؟

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود کو ایک عظیم الشان روحانی جنگ کا نظارہ دکھایا۔ جو تمام مسلمانوں کی نظر سے مخفی تھا کہ کفر اور اسلام بالخصوص مسیحیت اور اسلام میں ایک جنگ ظاہری تیر و تفنگ سے نہیں بلکہ پروپیگنڈا کے رنگ میں ہو رہی ہے جس میں مسیحیت کے ساتھ افواج اور سامان کی کوئی انتہا نہیں اور اسلام انتہا درجہ کی بے کسی اور کس مپرسی کی حالت میں ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی آپ پر یہ بھی ظاہر کیا گیا کہ بموجب وعدہ الٰہی جو تیرہ سو سال پیشتر قرآن کریم میں دیا گیا تھا۔ اس جنگ میں آخری غلبہ اسلام کے لئے ہے۔

اس مقابلہ کے لئے آپ نے وہ جماعت تیار کی جو جماعت احمدیہ کہلاتی ہے۔ اور اس جماعت کے ذمے یہ کام لگایا کہ وہ قرآن کے جھنڈے کو دنیا میں بلند کرے۔ اور کفر اور دجالیت کی طاقتوں کا مقابلہ کرتی ہوئی قدم آگے بڑھاتی چلی جائے۔ کیونکہ اگر اس مقابلہ میں ایک طرف دنیا کے سارے مادی سامان اور مادیت کی ساری طاقتیں ہیں تو دوسری کو پاش پاش کرسکتی ہیں۔ پس اس بات کو کہ ہم کون ہیں۔ ہم اسی وقت سمجھ سکتے ہیں جب ہمیں اس بات کا کامل احساس ہو کہ ہم فی الواقع ایک میدان جنگ میں کھڑے ہیں جس میں کفر کی طاقتیں اپنی پوری قوت کے ساتھ جمع ہیں۔ اور ہم نے ان کا مقابلہ کرتے ہوئے قرآن کریم کے جھنڈے کو جو ہمارے ہاتھ میں دیا گیا ہے آگے لے جانا اور دنیا کی تمام بستیوں حتیٰ کہ دجالیت کے مرکزوں میں اسے نصب کرنا ہے۔

جنگ میں کامیابی کے لئے لازمی شرط

جب کسی قوم کو جنگ پیش آتی ہے تو کامیابی کی وہ اسی صورت میں متوقع ہوسکتی ہے کہ اس کی تمام تر توجہ جنگ پر ہو۔ اور اس کے دوسرے تمام مشاغل ایک ثانوی حیثیت اختیار کرلیں گذشتہ عالم گیر جنگ میں جو نظارہ ہم نے آنکھوں سے دیکھا کہ کس طرح ان تمام قوموں نے جو اس جنگ میں شامل تھیں اپنے تمام علمی اور تجارتی اور دیگر اشغال کو بھلا کر اپنی ساری توجہ فوجوں کی بھرتی اور اسلحہ اور سامان تیاری پر لگادی اور آج پھر ہم یہی نظارہ دیکھ رہے ہیں کہ وہی تہذیب جو کل تک صنعت اور تجارت وغیرہ کی ترقی میں مصروف تھی۔ آج ان سامانوں کے تیار کرنے میں مصروف ہے جو انسانوں اور بستیوں اور شہروں کو برباد کرکے زمین کے ساتھ ملا دیں۔ اور ان تمام اقوام کے دماغوں پر آج ایک ہی خیال مسلط ہے کہ کس طرح جنگ میں کامیابی حاصل کریں۔

حضرت مسیح موعودؑ خیالات میں انقلاب پیدا کرنا چاہتے تھے

حضرت مسیح موعودؑ اس قوم کا انقلاب ان لوگوں کے خیالات میں پیدا کرنا چاہتے تھے جن کو آپ نے اس روحانی جنگ کے لئے تیار کرنا تھا جس کا نظارہ آپ کو دکھایا گیا۔ اسی لئے آپ نے ایسے لوگوں کے لئے اپنی بیعت کو ضروری ٹھہرایا اور اس بیعت میں یہ زبردست اقرار کیا کہ:

''میں دین کو دنیا پر مقدم کروں گا''

اس اقرار کا مطلب صاف الفاظ میں یہی تھا کہ اس دنیا کے کاموں کی نسبت ہمارے خیالات پر خدمت دین اور تبلیغ اسلام کا تسلط زیادہ ہوگا۔ جتھہ، مال و دولت

،حکومت یہ سب دنیا کے مختلف رنگ میں اور لوگ اس دنیا میں اپنی ذاتی اغراض سے کس قدر بلند ہوتے ہیں اور صرف اپنی ذات کے لئے مال اور جائیداد کا حاصل کرنا ان کی غرض نہیں ہوتا۔ ان کا انہماک بھی انہی خیالات میں ہوتا ہے کہ کس طرح ان کا جتھہ ترقی کرے یا کس طرح وہ اپنی قوم یا دوسری اقوام پر حکومت حاصل کریں۔

اس اقرار کا مقصد

تو دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد لے کر ہمیں یہ سمجھایا گیا تھا کہ ہمارے خیالات پر خدمت دین اور تبلیغ دین کا خیال غالب ہو۔ ہمارا انہماک ان باتوں میں ہو کہ خدا کا دین کس طرح دنیا پر غالب ہو۔ قرآن کریم کو کس طرح دنیا کی قوموں تک پہنچائیں۔ خدا کے نام کو کس طرح کفرستانوں میں بلند کریں۔ حق کا پیغام کس طرح ان لوگوں کو پہنچائیں جنہیں یہ اب تک نہیں پہنچا۔ یہ اقرار اس لئے لیا گیا تھا کہ جس طرح ایک جنگ کرنے والی قوم کو سب سے بڑھ کر یہ فکر ہوتا ہے کہ کس طرح جنگ میں کامیابی حاصل کرے۔ ہمیں سب سے بڑھ کر یہ فکر ہونا چاہیے کہ کس طرح کفر کی افواج کا مقابلہ کریں کس طرح دجالیت کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو روکیں۔ کون سے ہتھیار اس مقابلہ کے لئے ہمارے ہاتھ میں ہونے چاہئیں۔ کس طرح پیغام حق کو دنیا میں پہنچائیں۔ اور اس وعدہ الٰہی کو پورا کرنے کا ذریعہ بنیں جو اسلام کے تمام ادیان پر غالب آنے کے متعلق قرآن کریم میں دیا گیا ہے۔

مسلمانوں کی دو بھاری غلطیاں

حضرت مسیح موعودؑ کو جہاں دجالیت اور اسلام کی روحانی جنگ کا نظارہ دکھایا گیا یہ بھی آپ پر کھولا گیا کہ جہاد کے مفہوم کو صرف جہاد بالسیف تک محدود کرنا اور پھر یہ خیال کرنا کہ جہاد بالسیف تبلیغ اسلام کے لئے تھا مسلمانوں کی دو بڑی بھاری غلطیاں ہیں۔ قرآن کریم میں صراحت کے ساتھ دو جہادوں کا ذکر ہے۔ ایک جہاد بالقرآن اور دوسرا جہاد بالسیف۔ جہاد بالقرآن پر ابتداء سے ہی زور دیا گیا۔ اور یہی وہ جہاد تھا جو تبلیغ اسلام کا ذریعہ تھا۔ یعنی قرآن کریم دوسروں کو پہنچانے کے لئے اپنی پوری قوت صرف کرنا۔ اس کی ضرورت پہلے دن ہی پیش آ گئی تھی اور اس جہاد کے فرض سے کوئی مسلمان خواہ ہو کسی ملک میں ہو، کسی حکومت کے ماتحت ہو، کسی حالت میں ہو، آزاد نہیں ہوتا۔ اسی لئے اس جہاد کو قرآن کریم نے جہاد کبیر کہا ہے۔ وجاھدھم بہ جھاداً کبیراً۔ جہاد بالسیف کی ضرورت اس وقت پیش آئی جب مخالفوں نے اسلام کو نیست و نابود کرنے کے لئے تلوار اٹھائی اور جہاد بالقرآن کو جو ہر مسلمان کا پیدائشی حق تھا، تلوار سے روکنا چاہا۔ اسی لئے یہ جہاد مشروط بالشرائط بھی تھا۔ جہاد بالسیف کرتے ہوئے بھی جہاد بالقرآن کا حکم قائم تھا۔ کیونکہ یہ پیغام حق کے نازل ہوتے ہی اوّل المسلمین صلعم اور ہر مسلمان پر لازم ہو گیا تھا۔ مگر جہاد بالسیف کا حکم تیرہ سال بعد نازل ہوا۔ اور اسے چند شرائط کے ساتھ مشروط کیا گیا۔

مجدّدِ وقت نے اپنی جماعت کو جہاد بالقرآن کے لئے تیار کیا

مسلمانوں نے جہاد بالقرآن کو جو ابتدائی زمانہ کے مسلمانوں کی کامیابی کا اصل راز تھا بھلا دیا۔ اور جہاد بالسیف کو ہی تبلیغ اسلام کا ذریعہ سمجھ لیا۔ اس غلطی کو اس صدی کے مجدّد کے ذریعہ سے دور کیا گیا اور آپ نے اپنی جماعت کو اس جہاد بالقرآن کے لئے تیار کیا۔

دو یاد رکھنے والی باتیں

پس ان دو باتوں کو بھولنا نہ چاہیے ایک یہ کہ ہمیں ایک جنگ کے لئے تیار کیا گیا ہے۔ دوسرا یہ کہ ہمارا جہاد، جہاد بالقرآن ہے۔ ہماری جماعت کا ایک ایک فرد اس میدان کا ایک مردِ مجاہد ہے، ایک سپاہی ہے خواہ وہ مرد ہے یا عورت، بوڑھا ہے یا جوان، دولت مند ہے یا غریب، کارخانوں کا مالک ہے یا نوکری اٹھاتا ہے۔ حاکم اعلیٰ ہے یا چپڑاسی ہے۔ ہم کتنے بھی تھوڑے ہوں، اگر ہم اپنی اس حیثیت کو پہچان لیں اور ہر بڑا آدمی اس خیال کو دل سے نکال دے کہ میں اس میدان جنگ کا سپاہی اس لئے نہیں بن سکتا کہ میں بڑا آدمی ہوں مجھے اور بہت سی مصروفیتیں ہیں۔ میرے دنیوی کاروبار بہت توجہ کو چاہتے ہیں۔ اور چھوٹا اس خیال کو دل سے نکال دے کہ میں کہاں اس قابل ہوں کہ اس عظیم الشان جنگ میں ایک سپاہی بن سکوں۔ تو ہماری موجودہ جماعت بھی دو چند نہیں۔ بلکہ دہ چند بلکہ اس سے بھی زیادہ کام کر سکتی ہے۔ اس میدان کا سپاہی بننے کے لئے صرف اسی بات کی ضرورت نہیں کہ آپ

کے چند پیسوں سے اس کام کو قوت ملے۔ وہ بھی ضروری ہے اور نہایت ضروری ہے۔ مگر اس سے بھی بڑھ کر اس بات کی ضرورت ہے کہ آپ اپنا پورا دل اور پوری توجہ اس کام کے لئے دیں۔ ہم لوگ تارک الدنیا نہیں آپ بے شک ملازمت کریں، تجارت کریں، کارخانے بنائیں، زمینوں کا انتظام کریں یا انہیں کاشت کریں۔ مگر ان سب کاموں کے اندر ہر وقت آپ کے دل میں اور دماغ پر اس خیال کا تسلط ہو کہ میں کن ذریعوں سے پیغام حق دوسروں کو پہنچا سکتا ہوں۔ کس طرح قرآن کی کوئی خدمت کر سکتا ہوں کس طرح اعلائے کلمۃ الحق کر سکتا ہوں۔

سید تصدق حسین صاحب کی ڈائری کا ایک ورق

آپ کس طرح یہ کر سکتے ہیں؟ اس کے لئے میں آپ کو اپنے نہایت ہی مخلص دوست اور ایک زبردست مجاہد سید تصدق حسین صاحب کی ڈائری کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ مجھے یہ علم تھا کہ سید صاحب موصوف خدمت اسلام کے لئے بڑا جوش رکھتے ہیں اور کوئی تحریک نہیں ہوتی جس کو کامیاب بنانے کے لئے وہ اپنی پوری قوت صرف نہیں کر دیتے۔ لیکن جب میں نے پہلی دفعہ ان کی ڈائری کا ایک ورق اخبار ''پیغام صلح'' میں پڑھا تو میرے دل میں اسی وقت یہ تڑپ پیدا ہوئی کہ ہماری ساری جماعت کے اندر یہ روح پیدا ہو۔

یہ مثال ہر فردِ جماعت کے لئے قابل تقلید ہے

سید تصدق حسین صاحب اپنا کاروبار کرتے ہیں، اپنے بال بچوں کی بھی فکر کرتے ہیں۔ اپنی کمائی میں سے ہر مالی تحریک میں بھی حصہ لیتے ہیں۔ مگر ان سب سے بڑھ کر جو بات ہے وہ یہ ہے کہ وہ کس موقع کو ہاتھ سے جانے نہیں دیتے جس میں خدمت اسلام کا کوئی پہلو نہ آجائے اور وہ اپنی زندگی کا کوئی لمحہ ضائع نہیں ہونے دیتے جس میں تبلیغ اسلام یا استحکام جماعت کا کوئی کام نہ کر لیں۔ ان کے دل اور دماغ پر یہ خیال پورا پورا مسلط نظر آتا ہے کہ وہ ایک جنگ میں مصروف ہیں اور اس جنگ میں کامیابی کی راہ میں سوچنا اور ان پر عمل پیرا ہونا یہ ان کا سب سے پہلا فرض ہے۔ اس ڈائری کو پڑھ کر میرے دل پر اس قدر اثر ہوا کہ میں نے اگلے ہی خطبہ جمعہ میں اس امر کی طرف اپنے احباب جماعت کی توجہ دلائی۔ گو افسوس ہے کہ ایڈیٹر صاحب کی زبردست مصروفیتوں کی وجہ سے وہ میری آواز جماعت تک نہ پہنچ سکی۔

میری دلی تڑپ

جماعت میں ضرور اور بھی ایسے احباب ہوں گے جو اپنی اپنی جگہ پر اسی طرح کام میں لگے ہوئے ہوں گے۔ مگر میرے دل میں یہ تڑپ ہے کہ:

ہم میں سے ہر ایک شخص اسی قسم کا جنون غلبہ دین کے لئے اپنے دل میں رکھتا ہو۔ پھر اگر ہم پانچ ہزار بھی ہوں تو پانچ لاکھ کا کام کر سکتے ہیں۔ میں مالی قربانیوں کو بھی ضروری سمجھتا ہوں اور ان کی طرف توجہ دلاؤں گا۔ لیکن اس سے پہلے یہ توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ اپنے دلوں کو قربان کریں۔ اور اپنے خیالات کو قربان کریں۔ تو آپ کا نام ان سپاہیوں میں آسکتا ہے۔ جنہیں حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی فوج قرار دیا ہے۔

اگر جانت شود بر دیں نثارے
ترا او را صفیا باشد شمارے
بہ اصحابِ نبی بنگر کہ ہر نوع
شدہ از برکتِ دیں کامگارے
تو ہم زن یک قدم بر نقش ایشاں
ترا یارت ہموں پروردگارے
بہ بیں از کوششِ تنہا و یکہ
چساں کردہ خدا یم کامگارے
اگر دہ تن با مدادم بخیز ند
یقیں دارم شود کا ز ہزارے

خلاصہ

احمدیہ عقائد کا اظہار

۱۔ اسلام ایک زندہ مذہب ہے جس کے کامل پیروؤں کو اللہ تعالیٰ اپنی ہمکلامی کا شرف عطا فرماتا ہے۔

۲۔ اسلام کامل وحدت کا مذہب ہے جس کے پیرو سب بھائی بھائی ہیں۔ اور کوئی شخص کسی اختلاف کی وجہ سے کافر نہیں ہوتا۔ جب تک کہ وہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا قائل ہے۔

۳۔ اسلام کامل وسعت کا مذہب ہے جو تمام نسل انسانی کی وحدت کو اور

ہر قوم کے اندر نبیوں کے آنے کو تسلیم کرتا ہے۔

۴۔ اسلام ایک فاتح مذہب ہے جو تمام مذاہب پر غالب آئے گا۔ اور جس کے اصول عام طور پر دنیا میں قبولیت حاصل کرتے جاتے ہیں۔

۵۔ اسلام ایک علمی مذہب ہے اور اس کے اصول اور فروغ علم اور عقل کے مطابق ہیں۔

۶۔ اسلام میں اجتہاد کا دروازہ قیامت تک کھلا ہے اور جو نئی ضروریات مسلمانوں کو پیش آئیں ان کا حل بذریعہ اجتہاد ہوتا رہے گا۔

۷۔ قرآن شریف شریعت کا اصل اور غیر متبدل ماخذ ہے۔ اور مسلمانوں کی زندگی کا اصل سرچشمہ ہے۔ اور سب سے بلند مقام رکھتا ہے۔ حدیث شریف، قرآن کے ماتحت ہے اور فقہ یا اجتہاد ائمہ قرآن و حدیث کے ماتحت ہے۔

۸۔ قرآن شریف قیامت تک نسل انسانی کی ہدایت کا سرچشمہ ہے۔ اس کی کوئی آیت نہ پہلے کبھی منسوخ ہوئی نہ آئندہ ہوگی۔

۹۔ قرآن شریف عظیم الشان روحانی طاقت اپنے اندر رکھتا ہے۔ اور اپنی روحانی طاقت سے قلوب کو فتح کر سکتا ہے۔ اپنی فتوحات کے لئے تلوار کا نہ کبھی پہلے محتاج ہوا نہ آئندہ ہوگا۔

۱۰۔ قرآن شریف تمام مذہبی صداقتوں کا جامع ہے۔ تمام مذہبی مسائل پر اعلیٰ درجہ کی روشنی ڈالتا ہے۔ مذہبی مسائل پر نہ صرف تمام دعاوی کو اپنے اندر جمع رکھتا ہے بلکہ ہر دعویٰ کے دلائل بھی پیش کرتا ہے۔

۱۱۔ محمد رسول اللہ صلعم تمام انبیاء کے کمالات کو اپنے اندر جمع رکھتے ہیں۔ اس لئے یہ امت کسی دوسرے نبی کی محتاج نہ پہلے ہوئی ہے نہ آئندہ ہوگی۔

۱۲۔ محمد رسول اللہ صلعم تمام نبیوں کے خاتم ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ نہ نیا نہ پرانا۔ مجدّد ہر صدی کے سر پر آتے رہیں گے۔ تا کہ غلطیوں کو دور کر کے مسلمانوں کو سیدھی راہ پر ڈالیں۔ اور محدث اور اولیاء ہوں گے جن سے اللہ تعالیٰ ہم کلام ہوگا۔

احمدیہ عقائد کا اظہار

۱۔ دنیا کی تمام قوموں کے مذہبی پیشواؤں اور کتب مقدسہ کا احترام کیا جائے۔

۲۔ تمام اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، تمام ائمہ (خواہ وہ کسی فرقہ کے ہوں، تمام اولیاء، تمام مجددین کا احترام کیا جائے۔

۳۔ تمام اسلامی فرقوں کو ایک درخت کی مختلف شاخیں سمجھا جائے۔ قرآن اور رسول پر سب اجتماع ہے، خواہ فروع میں کتنے بھی اختلاف ہوں

۴۔ احکام شریعت کی تابعداری اور شعار اسلامی کا احترام کیا جائے۔ اور قرآن شریف کی حکومت کو کلی طور پر قبول کر کے ہر ایک رسم و رواج سے اجتناب کیا جائے۔

۵۔ تمام بنی نوع انسان سے ہمدردی رکھی جائے۔ خواہ کسی مذہب، کسی ملک، کسی قوم کے لوگ ہوں۔

۶۔ ہر مسلمان کو اپنا بھائی سمجھ کر بحد طاقت اس کی مدد کی جائے۔

۷۔ خدمت دین امام وقت اور مجدد کے ساتھ ہو کر اس کے حکم کے مطابق کی جائے۔ قوم کے اندر سے ہر ایک غلطی کی اصلاح کے لئے ایمانی جرات سے کام لیا جائے۔

۸۔ اسلام، اسلام کی کتاب، اسلام کے پیغمبر پر جو حملے ہوں۔ ان کا دفاع کیا جائے۔ اور اپنے آپ کو اسلام کی محافظ فوج کی حیثیت دی جائے۔

۹۔ تبلیغ اسلام میں اپنے آپ کو ایک مجاہد فی سبیل اللہ سمجھا جائے اور خدا کے کلام کو اور پیغام اسلام کو دنیا کی تمام قوموں تک پہنچایا جائے۔

۱۰۔ اپنے وقت اور اپنے اموال کا کم سے کم ایک حصہ دین کی حفاظت اور اشاعت کے لئے وقف کیا جائے۔

۱۱۔ خدا کے دین کے لئے ہر قسم کی مصیبت، تکلیف اور ذلت کو خوش دلی سے برداشت کیا جائے۔

۱۲۔ دین کو دنیا پر مقدم کیا جائے۔ رسولؐ خدا کی محبت تمام محبتوں پر غالب ہو، دین اسلام کے لئے غیرت تمام غیرتوں پر فائق ہو۔ امت محمدیہ کی خیر خواہی تمام خیر خواہیوں سے بڑھ کر ہو۔

☆☆☆☆

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دلربا اندازِ تربیت

از: محترمہ جسارت نذر رب صاحبہ۔ایم۔اے

انبیاء کے دنیا میں آنے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ خلق خدا کی تربیت کر کے ان کو خدا تک پہنچنے کے راستے دکھائیں۔ ان کے قلوب کو صیقل کریں اور پھر ان کی قابلیتوں اور ان کی استعدادوں کو ابھار کر انہیں صفات الٰہیہ کا مظہر بنادیں اور انہیں آستانہ الوہیت تک پہنچادیں۔

آنحضرت صلعم کا مبارک وجود، آپ کی بعثت، آپ کی زندگی، آپ کی موت ،آپ کی تعلیمات، آپ کے ارشادات خدا تعالیٰ سے فیضیاب ہونے کا ایک عظیم جلوہ تھے۔ آپؐ کے اخلاق و کردار ایسے پاکیزہ اور ایسے حسین تھے کہ خدا نے آپ کے اخلاق کی گواہی دیتے ہوئے فرمایا: ’’اے محمدؐ یقیناً تو اعلیٰ درجہ کے اخلاق پر فائز ہے‘‘۔ (سورۃ القلم آیت ۵)

تربیت و اصلاح کا بہترین ذریعہ جو رسول کریم صلعم نے سیکھایا وہ آپ کی ذات اقدس میں ایک دلربائی شان اور یکتائی حسن رکھتا ہے۔ پہلے آپ ان خوبیوں اور نیکیوں کا خود نمونہ بنے اور پھر دنیا کو اس کا درس دیا۔ یہ ذریعہ بیشک بہت مشکل ہے۔ لیکن سب سے زیادہ اثر رکھنے والا بھی ہے۔ ہر موقعہ، ہر موڑ، ہر خطرناک گھڑی میں رسول کریمؐ نے ایسا حسین اسوہ قائم فرمایا جو آج بھی چراغ راہ ہے۔ اور جس کی روشنی میں ہم آج بھی اپنے آپ کو اور اپنی نسلوں کو سنوارتے ہیں۔

تربیت اور اصلاح کا جو پہلو بھی آپؐ نے اختیار کیا اس پر آج بھی اس محسن کے لئے محبت سے دل بھر جاتا ہے اور انسانی عقل حیران رہ جاتی ہے کہ کس عالی مقام کا یہ رسول ہے کہ جس کا نام بھی محمدؐ ہے اور جس کے کام بھی محمد ہیں۔

جنگ احد کے موقع پر حضرت ام عمارہؓ نے بڑی بہادری سے جان نثاری کے نمونے دکھائے۔ یہ وہ سرفروش فدائیہ عورت تھی جو عقبہ کی گھاٹی میں اسلام کی دولت سے مشرف ہوئی تھیں وہ کہتی ہیں کہ جب میں نے دیکھا کہ احد کے مقام پر بھگڈر مچ گئی ہے۔ رسول اللہ کے پاس دس آدمی بھی نہیں رہے۔ میرا شوہر اور میرے دونوں بیٹے رسول اللہ کے آگے کھڑے ہو کر آپؐ کا دفاع کر رہے ہیں اور لوگوں کی یہ حالت تھی کہ بھاگے جا رہے ہیں۔ اسی اثنا میں رسول اللہ کی نظری مجھ پر پڑی تو آپ نے دیکھا کہ میرے پاس ڈھال نہیں ہے۔ آپ نے ایک بھاگنے والے سے جس کے پاس ڈھال تھی فرمایا: ’’اے ڈھال والے ایک لڑنے والے کو ڈھال تو دیتا چلا جا۔ چنانچہ ایک شخص دوڑا چلا جا رہا تھا کہ اس نے دوڑے دوڑے ڈھال پھینک دی۔ وہ کہتی ہیں کہ میں نے ڈھال اٹھائی اور رسول اللہ کے سامنے کھڑی ہوگئی۔ اچانک ایک حملہ آور آیا اگر وہ ڈھال نہ ہوتی تو میری جان ہی چلی جاتی۔ دیکھئے ایسے وقت میں جنگ کی ایسی ہولناکیوں میں بھی رسول اللہ نے تربیت کا کیا عمدہ سبق سکھادیا نہ تو بھاگنے والے کو طعنہ دیا نہ نام لیا۔ صرف یہی کہا کہ ڈھال والے لڑنے والے کو ڈھال تو دیتا جا۔

آنحضرت صلعم کی تربیت کے انداز ہی نرالے تھے۔ آپ زیر تربیت افراد کی عزت نفس کو قائم رکھتے، کمزوری دیکھتے تو نام لئے بغیر ہی عمومی رنگ میں نصیحت فرما دیتے۔ کمزوریوں کی پردہ پوشی فرماتے، ان کی خوبیوں کو ظاہر فرماتے اور اپنے حاضر اصحاب کو تربیت کے عمل میں ہمیشہ شرکت فرماتے۔

رسول اللہ کی عمدہ اور حسین تربیت کا یہ نتیجہ تھا کہ آپ کے ماننے والے کیا صحابہ اور کیا صحابیات آپ کے سچے جان نثار بن گئے۔ یہی وہ باسعادت اور باکرامت لوگ تھے جنہوں نے تلواروں کی جھنکار میں شہادت کے جام نوش کئے۔

اللہ کے ان شہ سواروں میں سے ایک شہ سوار حضرت عمرو بن جموحؓ تھے جو بہت جوشیلے مسلمان تھے۔ جنگ بدر سے پہلے ان کے ایک پاؤں میں چوٹ لگ گئی تھی جس سے وہ لنگڑا کر چلتے تھے۔ جنگ بدر میں تو ان کے بیٹوں نے انہیں یہ کہہ کر روک دیا کہ آپ پر جہاد فرض نہیں۔ لیکن جب جنگ احد کا وقت آیا تو پھر لڑکوں نے منع کیا۔ لیکن اس موقعے پر انہوں نے اصرار کیا اور یہ معاملہ نبیؐ کی خدمت میں پیش ہوا۔ آپؐ نے فرمایا: تم معذور ہو۔ حضرت عمرو بن جموح نے پرنم آنکھوں سے کہا خدا کی قسم مجھے امید ہے کہ مجھے آپ پر قربان ہونے کا موقع نصیب ہوگا اور میں

اس لنگڑے پیر سے بھی دشمن سے لڑوں گا۔ آپؐ ان کے جذبہ قربانی سے متاثر ہوئے اور جازت دے دی۔

حضرت عمرو جب ہتھیار سجا کر میدان جنگ کی طرف چلے تو خدا سے یوں دعا کی۔ الٰہی مجھے شہادت نصیب کر۔ چنانچہ آپ لڑتے لڑتے اپنے بیٹوں سمیت شہید ہو گئے۔ ان کی بیوی کو جب شہادت کی خبر ملی تو وہ ایک اونٹ لے آئیں۔ اپنے بھائی، بیٹے اور خاوند کی لاش لاد کر مدینہ کی طرف چل پڑیں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: کہ میں نے ان کی بیوی سے پوچھا سناؤ میدان جنگ کا کیا حال ہے کہا سب خیریت ہے کیونکہ رسول پاک خیریت سے ہیں۔ تب حضرت عائشہؓ نے پوچھا کہ اونٹ پر کیا لدا ہے کہا میرے خاوند، بھائی اور میرے بیٹے کی لاش ہے۔ جب وہ مدینہ کی طرف چلنے لگیں تو اونٹ نے چلنے سے انکار کر دیا یہاں تک کہ جب انہوں نے احد کی طرف منہ پھیرا تو اونٹ خوشی خوشی چلنے لگا اور پھر ان تینوں کی لاشیں رسول کریم صلعم کے قدموں میں پہنچ گئیں۔ آپؐ نے فرمایا: عمر بن جموح کو میں جنت میں چلتا ہوا دیکھ رہا ہوں۔ پھر ان شہیدوں کو ایک ہی قبر میں احد کے دامن میں دفن کر دیا گیا۔

تربیت کے لئے نہایت موثر طریقہ زیر تربیت افراد ہیں اطاعت کا جذبہ اور قربانی کی روح پیدا ہوتا ہے۔ صحابہ کرامؓ نے اطاعت کا سبق حضرت محمدؐ سے سیکھا اور پھر آپ کی اطاعت میں فنا ہو گئے۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ جو کہ گلی میں آ رہے تھے نے آپؐ کو مسجد کے اندر یہ کہتے سنا کہ بیٹھ جاؤ تو وہیں گلی میں ہی بیٹھ گئے۔

ابوسفیان نے اپنے اسلام لانے سے پہلے یہ گواہی دی تھی کہ میں نے قیصر و کسریٰ کے دربار دیکھے لیکن جو اطاعت میں نے محمدؐ کے ساتھیوں میں دیکھی وہ اور کہیں نہیں دیکھی۔

آپؐ نے اپنا عملی نمونہ پیش کر کے اپنے اہل خانہ کی تربیت فرمائی۔ نماز آپ کی روح کی غذا تھی۔ آپ گھر سے باقاعدگی سے نوافل اور تہجد کی ادائیگی کا التزام فرماتے۔ اور اپنی ازواج مطہرات کو بھی بیدار کر کے نوافل ادا کرنے کی تلقین فرماتے۔ ایک دفعہ حضرت ام سلمہؓ کے گھر میں کچھ عورتیں جمع تھیں۔ نبیؐ نے دیکھا کہ سب اکیلی اکیلی نماز پڑھ رہی ہیں۔ ام سلمہؓ کو فرمایا کہ تم نے انہیں باجماعت کیوں نہ پڑھائی۔ ام سلمہؓ نے پوچھا کہ یہ جائز ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں جب تم زیادہ عورتیں ہو تو ایک درمیان میں کھڑے ہو کر امامت کروا لیا کرے۔

حضرت فاطمہ الزہراؓ کی شادی پر کمال سادگی سے انہیں ضرورت کی چند چیزیں عطا فرمائیں۔ اور بعد میں جب انہوں نے خادم کا مطالبہ کیا تو ذکر الٰہی کی طرف توجہ دلا کر سمجھایا کہ خدا کی محبت میں ترقی کرو۔ وہ تمہیں یاد رکھے گا۔

آپ نے اہل خانہ پر کبھی سختی نہیں کی۔ آپ اپنی ازواج مطہرات کے ساتھ بڑی محبت سے پیش آتے لیکن اس کے باوجود بھی ان کے محاسبہ سے غافل نہیں ہوئے۔ حضرت عائشہؓ آپ کو بہت محبوب تھیں لیکن آپؐ ان کی ہر حرکت اور ادا کی نگرانی فرماتے۔ ایک دفعہ حضرت عائشہؓ کی کسی نے کوئی چیز چرا لی۔ انہوں نے اسے بددعا دی۔ آپؐ نے فرمایا: عائشہؓ بددعا دے کر اپنا ثواب اور اس کا گناہ کم نہ کرو۔

ایک دفعہ حضرت عائشہؓ سفر میں آپؐ کے ہمراہ اونٹ پر سوار تھیں۔ اونٹ کچھ تیزی کرنے لگا تو حضرت عائشہؓ کے منہ سے نادانستہ لعنت کا لفظ نکل گیا۔ اس پر حضورؐ نے حکم دیا کہ اونٹ کو واپس کر دو۔ ملعون چیز ہمارے ساتھ نہیں رہ سکتی۔ ایک دفعہ حضرت عائشہؓ کو یوں نصیحت فرمائی۔ عائشہؓ خدا مہربان ہے۔ نرمی کو بہت پسند کرتا ہے۔ نرمی سے وہ دیتا ہے جو سختی سے نہیں دیتا۔ ایک دفعہ حضرت عائشہؓ نے کسی عورت کا حال بیان کرتے ہوئے کہہ دیا کہ وہ پست قد ہے۔ آپؐ نے فوراً ٹوکا اور کہا کہ یہ بھی غیبت ہے۔ ایک دفعہ حضرت عائشہؓ نے حضرت صفیہ کو چھوٹے قد کی وجہ سے ٹھگنی کہہ دیا آپؐ نے فرمایا کہ یہ ایسا سخت کلمہ ہے کہ اگر اس کو سمندر کے پانی میں ملا دیا جائے تو وہ بھی کڑوا ہو جائے۔ آنحضرت صلعم کی وفات کا دن تاریخ انسانی میں سب دنوں پر بھاری ہے۔ لیکن آپ کی تربیت کا یہ کمال تھا کہ ازواج مطہرات نے اپنے جذبات پر قابو پا لیا۔ حضرت ام سلمہؓ کہتی تھیں۔ یہ کتنی سخت مصیبت تھی۔ جب ہم کو یہ مصیبت یاد آتی ہے تو اس کی وجہ سے ہر مصیبت ہیچ اور آسان معلوم ہوتی ہے۔

حضرت عائشہؓ جن کے متعلق حضور اکرمؐ نے یہ سند عطا فرمائی کہ آدھا دین عائشہ سے سیکھو۔ احادیث کا بہت بڑا ذخیرہ آپ کی روایات پر مبنی ہے۔ احادیث کے مطالعہ سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح نظر آتی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے تربیت و اصلاح کے تمام ممکن ذرائع استعمال فرمائے۔ کیونکہ آپ نباضِ اعظم تھے آپ ہر شخص کے خیر خواہ تھے۔ آپ جس شخص کی کمزوری یا خامی دیکھتے تو اس کے

مطابق اس کو نصیحت فرماتے۔

اگر کسی نے حج پر جانے کی اجازت مانگی تو فرمایا تمہاری بہترین نیکی والدین کی خدمت ہے۔ کسی کو فرمایا کہ بہترین عمل وقت پر نماز پڑھنا۔ رسول اللہ کی تربیت کا انداز ہی انوکھا تھا۔ حضرت حفصہؓ کے بھائی حضرت عبداللہ بن عمر کے متعلق فرمایا عبداللہ صالح نوجوان ہے۔ کیا ہی اچھا ہو اگر وہ رات کو تہجد کی نماز ادا کرنے کی عادت ڈال لے۔ رسول کریم صلعم کے اس محبت بھرے جملے نے حضرت عبداللہ کی زندگی ہی بدل ڈالی وہ ایسا عابد اور زاہد انسان بن گیا کہ عمر بھر نماز تہجد نہ چھوڑی۔

مردے پر واویلا کرنا عربوں میں نہایت اہم رسم تھی۔ اور کئی کئی دن مرنے والے کی موت پر واویلا کیا جاتا۔ لیکن آپؐ نے نہایت حکیمانہ انداز میں اس برائی کو ختم کیا۔

حضرت حمزہؓ جو آپ کے چچا تھے جنگ احد میں شہید ہوئے تو ابوسفیان کی بیوی ہندہ نے ان کا کلیجہ نکال کر چبایا۔ میدان احد میں ان کو دیکھ کر رسول اللہ صلعم آب دیدہ ہوگئے۔ آپ اپنے چچا کی لاش کو دیکھ کر بہت دکھی ہوئے۔ اتنے میں حضرت صفیہ آپؐ کی پھوپھی اپنے بھائی کو دیکھنے آرہی تھیں انہیں آپؐ نے روک دیا کہ بھائی کی لاش کو نہ دیکھ سکیں گی کیونکہ لاش کا حلیہ بگڑا ہوا تھا۔ لیکن حضرت صفیہؓ نے صبر کا مظاہرہ کیا۔ نہ سر پیٹا نہ بال نوچے نہ چلائیں اور نہ واویلا کیا۔ اپنے آقا کی تعلیم پر عمل کرتے ہوئے دعائیں کرتی رہیں۔ آنحضرت صلعم آپ کے پاس بیٹھ گئے اور اس حال میں شریک غم ہوئے۔ صحابہ کہتے ہیں کہ جب حضرت صفیہ کے آنسو تیز ہونے لگے تو رسول اللہ صلعم کے آنسو بھی تیز ہوجاتے اور جب ذرا تھمتے تو آپ کے آنسو بھی تھم جاتے۔ جب آپ مدینہ میں داخل ہوئے تو حضرت حمزہؓ کا نوحہ کرتے ہوئے عورتیں آپؐ کے گھر پہنچ گئیں۔ آپؐ نے ان کا شکریہ ادا کیا اور کہا آج کے بعد میں نوحے کی رسم کو ختم کرتا ہوں۔ جب سب لوگ اپنے مردوں پر نوحہ کر رہے تھے تو منع نہیں فرمایا۔ مگر اپنے چچا کی میت پر نوحہ سے منع کیا اور بدرسم کو ختم کیا۔

نبی کریم صلعم نے اپنی مجالس میں سادہ اور دلنشین انداز میں باتیں کر کے اپنے صحابہؓ کی زندگیاں تقویٰ کی مشعل بنا دیں۔ ایک روز صحابہ سے پوچھا آج مسکین کو کس نے کھانا کھلایا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے عرض کی میں مسجد میں آیا تو ایک محتاج کو دیکھا میں نے اپنے بیٹے عبدالرحمٰن کے ہاتھ سے روٹی کا ٹکڑا لے کر اس مسکین کو دے دیا۔ اسی طرح آپ نے پوچھا آج اپنے کسی بھائی کی عیادت کس نے کی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے عرض کیا مجھے اپنے بھائی عبدالرحمٰن بن عوف کی بیماری کی اطلاع ملی تھی آج نماز پر آتے ہوئے ان کا حال پوچھ کر آیا ہوں پھر آپ نے پوچھا کہ آج روزہ کس نے رکھا حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جواب دیا وہ روزے سے ہیں۔ نبی کریم صلعم نے فرمایا: جس نے یہ سب نیکیاں ایک دن میں جمع کیں اس پر جنت واجب ہے۔

آنحضرت صلعم کی مجالس انفرادی اور اجتماعی تربیت کا بہترین ذریعہ تھیں۔ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں: ''یہ فضل اور برلت صحبت میں رہنے سے ملتی ہے۔ رسول اللہ صلعم کے پاس صحابہؓ بیٹھے اور وہ خدا کا روپ ہوگئے۔ آپؐ نے اپنے اصحاب کو صدق کی تعلیم دی۔ اولاد کی تربیت کرنا ان کو ایمان پر قائم رکھنا ان کے لئے دعائیں کرنا ان کے ساتھ عزت واحترام سے پیش آنا، والدین کی اوّلین ذمہ داری قرار دی۔

آپؐ نے اپنی قوم، اپنے ماننے والوں اور امت کی تربیت واصلاح کے لئے جو سب سے اہم ذریعہ استعمال فرمایا وہ دعا کا ہتھیار تھا، آپ نے ہر لمحہ، ہر کام پر اپنے رب سے دعائیں مانگیں اور کبھی مایوسی کو قریب نہ آنے دیا۔ آپ کی پرسوز دعائیں ہی تھیں جو خدا کی رحمت کو کھینچ لائیں اور میں ایک روحانی انقلاب برپا کر دیا۔

حضرت مسیح موعودؑ برکات الدعا میں آپؐ کی اس اصلاح عظیم کا تذکرہ یوں فرماتے ہیں: ''وہ جو عرب کے بیابانی ملک میں ایک عجیب ماجرہ گذرا کہ لاکھوں مردے تھوڑے دنوں میں زندہ ہوگئے اور پشتوں کے بگڑے ہوئے الٰہی رنگ پکڑ گئے۔ اور آنکھوں کے اندھے بینا ہوئے اور گونگوں کی زبان پر الٰہی معارف جاری ہوئے اور دنیا میں یک دفعہ ایک ایسا انقلاب پیدا ہوا کہ نہ پہلے اس سے کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا۔ کچھ جانتے ہو وہ کیا تھا؟ وہ ایک فانی فی اللہ کی اندھیری راتوں کی دعائیں ہی تھیں جنہوں ں ے دنیا میں شور مچا دیا۔ اور وہ عجائب باتیں دکھائیں کہ جو اس امی بیکس سے محالات کی طرح نظر آتی تھیں''

(برکات الدعا صفحہ ۱۰-۱۱)

☆☆☆☆

عباد الرحمٰن کون لوگ ہیں؟

از: محترم احمد مرتضیٰ صاحب (واعظ ملتان)

ترجمہ: اور رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر انکساری سے چلتے ہیں اور جب جاہل انہیں خطاب کرتے ہیں تو کہتے ہیں سلام۔ اور وہ جو رات گذارتے ہیں اپنے رب کے آگے سجدہ کرتے اور کھڑے ہو کر اور وہ جو کہتے ہیں اے ہمارے رب! ہم سے دوزخ کا عذاب ہٹا دے کیونکہ اس کا عذاب بھاری مصیبت ہے۔ وہ (تھوڑا) ٹھہرنے کے لئے اور (ہمیشہ) رہنے کے لئے بری جگہ ہے اور وہ جو جب خرچ کرتے ہیں نہ بے جا خرچ کرتے ہیں اور نہ (موقع پر تنگی) کرتے ہیں اور (ان کا خرچ) ان (دو حالتوں) کے درمیان اعتدال پر ہے۔ اور جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرے معبود کو نہیں پکارتے اور کسی جان کو جسے اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے قتل نہیں کرتے۔ سوائے اس کے کہ انصاف چاہیے اور نہ زنا کرتے ہیں۔ اور جو کوئی ایسا کرے وہ (اپنے) گناہ کی سزا پائے گا۔ اس کے لئے قیامت کے دن دو چند عذاب ہوگا اور اس میں ذلیل ہو کر رہے گا مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور اچھے عمل کرتا رہا۔ تو ایسے لوگوں کی بری زندگی کو اللہ نیک زندگی سے بدل دیتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے اور جو توبہ کرتا ہے اور نیک عمل کرتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف اچھا رجوع کرتا اور وہ جو جھوٹی گواہی نہیں دیتے اور جب لغو باتوں کو سنتے ہیں تو بزرگانہ طور پر نظر انداز کر دیتے ہیں۔ اور وہ کہ جب انہیں ان کے رب کے حکموں سے نصیحت کی جاتی ہے تو ان پر بہرے اور اندھے ہو کر نہیں گذرتے اور وہ جو کہتے ہیں اے ہمارے رب! ہمیں اپنی بیویوں سے اور اپنی اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں متقیوں کا امام بنا، انہیں بلند مقام بدلہ میں دیا جائے گا۔ اس لیے کہ انہوں نے صبر کیا اور اس میں انہیں دعا اور سلامتی ملے گی۔ اس میں رہیں گے۔ جو اچھی قرار گاہ اور ٹھہرنے کی جگہ ہے۔ کہہ میرا رب تمہاری کچھ پرواہ نہیں کرتا اگر تمہاری دعا نہ ہو۔ سو تم نے جھٹلایا پس (اس کی سزا) تمہارے لازم حال ہوگی" (25:63-77)

یہ سورۃ الفرقان کی آخری چند آیتیں ہیں جن میں بیان فرمایا ہے کہ عباد الرحمٰن کون لوگ ہیں؟ سب سے پہلے ہم لفظ فرقان کو لیتے ہیں۔ فرقان کے معنی ہیں۔ حق اور باطل کے اندر تمیز کر دینا۔ اور پھر سورۃ کے اندر مومنین کی صفات کو بیان کیا ہے اور بتایا ہے کہ فی الحقیقت کس طرح سے اس پاک وحی نے جو اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے حضرت محمد مصطفیٰ صلعم کے قلب مبارک پر نازل ہوئی اور حق کو باطل سے جدا کر دیا۔ اور دکھا دیا کہ کس طرح پر ایک ملک کی ہر قسم کی برائی، غلط عقیدہ، غلط خیال اور بد اعمالی کو دور کر کے صحیح راستہ (یعنی صراط مستقیم) پر انہیں قائم کر دیا۔ اور بدی کی جگہ نیکی ان میں پیدا کر دی۔ حق اور باطل میں فرق صرف اس بات کا نہیں ہے کہ چند الفاظ کے اندر بتا دیا جائے کہ حق یہ ہے اور باطل یہ ہے۔ بلکہ ضروری ہے انسانوں کے عمل سے یہ ظاہر ہو جائے کہ حق کیا ہے اور باطل کیا چیز ہے؟ قرآن کریم نے تین مقامات پر بالخصوص مومنوں کی صفات کا ذکر کیا ہے ایک اس آیت میں، پھر سورۃ المومنون میں بھی اور ایک سورۃ المعارج ہے۔ معارج کے معنی ہیں ترقی کی منزلیں، چونکہ وہاں ترقیات اور روحانی منازل کا ذکر ہے اس لئے وہاں بھی مومنوں کی کچھ صفات کا ذکر کیا ہے۔

ہمیں ایک بات یاد رکھنی چاہیے کہ قرآن کریم کی تعلیم کوئی فرضی تعلیم نہیں ہے۔ مثلاً انجیل کی تعلیم ہے کہ اگر کوئی تمہارے ایک گال پر طمانچہ مارے تو دوسری گال بھی آگے بڑھا دو۔ (متی 5:39) یہ فرضی تعلیم ہے۔ نہ اس پر کسی نے عمل کیا نہ آئندہ کر سکتا ہے۔ اس کے برخلاف قرآن کریم کے اندر جتنے نقشے کھینچے ہیں وہ سب عملی ہیں اور مومنوں یا عباد الرحمٰن کی جو صفات بیان کی گئی ہیں وہ سب صحابہ میں پائی جاتی تھیں۔ اور وہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی زندگی کے نقشے ہیں۔

اب مسلمانوں میں سے بعض لوگ (شیعہ حضرات) اس بات کو نہ سمجھنے کی وجہ سے ٹھوکر کھاتے ہیں اور اس پاک گروہ (مراد صحابہ کرامؓ) پر زبان طعن دراز کی ہے۔ مگر مسلمانوں پر افسوس یہ آتا ہے کہ ایک دشمن عیسائی مورخ سر ولیم میور تو لکھتا ہے کہ یہ عباد الرحمٰن کا نقشہ کوئی فرضی قصہ نہیں بلکہ یہ ان لوگوں کی حالت کا نقشہ ہے۔ جنہوں نے حضرت محمد مصطفیٰ صلعم کا ساتھ دیا۔ لیکن مسلمانوں کا ایک گروہ انہیں منافق (نعوذ باللہ) قرار دیتا اور ان کی ہر بات پر نکتہ چینی کرتا ہے۔

یادرکھنا چاہیے کہ جس رستہ پر چل کر صحابہؓ نے ترقی کی ہے۔انہی باتوں کو لے کر ہم بھی آج ترقی کر سکتے ہیں۔آج بھی اگر کوئی رحمٰن کا بندہ بننا چاہتا ہے تو اس کے لئے وہی راہ ہے جو صحابہؓ نے اختیار کی۔وہ راہ کیا ہے؟ سب سے پہلی صفت صحابہؓ کی بیان کی ہے ''یعنی زمین پر انکساری سے چلتے ہیں۔اس سے مراد صرف اسی قدر نہیں کہ چلتے وقت اکڑ اکڑ کر نہ چلیں۔اس میں بھی شک نہیں کہ خوبی کی بات ہے کہ چلنے میں ایسی طرز اختیار کریں جو متکبرانہ نہ ہو۔مگر یہاں جس رویہ کا ذکر ہے وہ محض چلنے پھرنے سے خاص نہیں بلکہ انکساری ان کے ہر فعل میں ہونی چاہیے۔

انکساری سے ہر قسم کی خوبیاں انسان کے اندر پیدا ہوتی ہیں تو سب سے پہلی بات جو ہر مسلمان کو یادرکھنی چاہیے وہ یہ ہے کہ وہ اپنے اندر انکساری پیدا کرے۔صحابہ کرامؓ کے تذکرہ میں بعض باتیں ایسی قسم کی آ گئی ہیں جن سے ان کی انکساری کا پتہ چلتا ہے۔حضرت ابوبکرؓ کو جب خلیفہ بنایا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ ''میں تم میں سے سب سے بہتر نہیں۔میں نے یہ منصب اپنی خواہش سے نہیں لیا ہے نہ میں چاہتا تھا کہ کوئی کسی دوسرے کی بجائے یہ منصب مجھے ملے۔پھر فرمایا کہ اگر میں ٹھیک کام کروں تو میری مدد کریں اور اگر غلط کام کروں تو مجھے سیدھا کر دیں'' اسی طرح حضرت عمرؓ کی شخصیت کو دیکھ لیں۔وہ بزرگ اپنی انکساری کی وجہ سے یہ احساس رکھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام سے وہ عہد براء نہیں ہو سکتے۔ایک دفعہ ایک دوسرے صحابیؓ سے حضرت عمرؓ کی گفتگو اس معاملہ پر ہوئی تو انہوں نے کہا کہ تم نے تو خدا کی راہ میں بڑی بڑی تکلیفیں اٹھائی ہیں۔اللہ تعالیٰ کے حضور بڑے بلند مراتب کی امید رکھتے ہو تو آپؓ نے فرمایا کہ میں تو اس کو بڑی کامیابی سمجھتا ہوں کہ جو کچھ ہم سے کوتاہیاں ہوئی ہیں۔ان پر مواخذہ نہ ہو۔

خاکساری سب سے پہلی بات ہے جو ایک مسلمان میں ہونی چاہیے جہاں اصول کا سوال ہو وہاں پختہ اور مضبوط ہو کر کھڑا ہونا ضروری ہے۔بلکہ اصول پر کھڑا ہونا انکساری کا ہی لازمہ ہے۔حق کے کہنے میں کوئی تکبر نہیں ہوتا۔غرض پہلی بات جو انسان کے اندر ہونی چاہیے وہ اپنی چال اور اعمال کے اندر خاکساری کی روش پیدا کرنا ہے۔متکبر آدمی ہمیشہ اپنا حق لینا چاہتا ہے۔اور دوسرے کے حقوق دینا نہیں چاہتا۔یہی حالت ملک عرب کی تھی۔لیکن اسلام نے ان کی اس حالت کو بالکل بدل کر ان میں انکساری اور خاکساری پیدا کر دی۔

مبارک باد

ہمارے ہونہار طالب علم منصور احمد ولد لیاقت علی (سفید ڈھیری، پشاور) نے میڈیکل انٹری ٹیسٹ میں 637 نمبر لے کر بہترین دس/ Top ten میں کامیابی حاصل کی۔

ادارہ پیغام صلح منصور احمد اور اس کے والدین کو ان کی اس کامیابی پر اس دعا کے ساتھ ''کہ اللہ تعالیٰ اس بچے کو مزید کامیابیاں اور کامرانیاں عطا فرمائے اور اپنے دین کے خادموں کی صف میں جگہ عطا فرمائے'' مبارک باد پیش کرتا ہے۔

شکریہ

الحمد اللہ رب العالمین سالانہ تربیتی کورس 2011ء خیر و عافیت اور کامیابی سے گذر گیا۔اس کورس کو کامیاب بنانے اور اس کے معیار کو بہتر کرنے میں بے شمار لوگوں کی بے لوث محنت اور کاوش شامل تھی۔ہم تمام رضا کاروں کے تہہ دل سے شکر گذار ہیں جنہوں نے اس کورس کو کامیاب بنانے کے لئے دن رات انتھک محنت کی۔خواہ وہ تدریسی رضا کار ہوں یا انتظامی، شبان الاحمدیہ تمام رضا کاروں کی کاوشوں کو خراج تحسین پیش کرتی ہے اور دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری اس کاوش کو قبول فرمائے۔آمین

حامد رحمٰن

سیکرٹری، شبان الاحمدیہ مرکزیہ

درس قرآن ۔ ٦

نصیر احمد فاروقی مرحوم و مغفور

(از: معارف القرآن)

"اللہ بے انتہا رحم والے، بار بار رحم کرنے والے کے نام سے۔
سب تعریف اللہ کے لئے ہے، (تمام) جہانوں کے رب، بے انتہا رحم والے، بار بار رحم کرنے والے، جزا کے وقت کے مالک (کے لئے)۔ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔ ہم کو سیدھے رستے پر چلا، ان لوگوں کے رستے (پر) جن پر تو نے انعام کیا، نہ ان کے جن پر غضب ہوا اور نہ گمراہوں کے"۔

آج ہم **اھدنا الصراط المستقیم** کے مفہوم پر غور کریں گے۔ یہ دعا سورۃ فاتحہ کی جان ہے۔ اور اس کی اہمیت اس لئے ہے کہ یہ دعا اور اس کی تشریح جو اگلے الفاظ **صراط الذین انعمت علیھم** میں ہے۔ انسان کے دل کے اس سوال کا جواب دیتی ہیں کہ جس کا جواب نہ کسی اور الہامی کتاب نے اپنی موجودہ حالت میں دیا ہے، نہ کوئی عالم و فاضل انسان اپنے علم یا سمجھ سے اور نہ کوئی فلسفی اپنے فلسفہ سے دے سکا ہے۔ اس زمانہ میں سائنس کی حیرت انگیز ترقیات نے کس قدر راز کھولے ہیں؟ مگر اس اہم ترین راز کو کوئی نہ کھول سکا جسے **اھد نا الصراط المستقیم ۔ صرا ط الذین انعمت علیھم** نے کھولا ہے۔

اتنا راز تو آج سائنس نے کھول دیا جس کو قرآن حکیم نے آج سے چودہ سو سال پہلے کھولا تھا ان الفاظ میں کہ ترجمہ: "یعنی جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں ہے وہ سب اللہ نے اپنی جناب سے تمہارے لئے مسخر کر دیا۔ (الجاثیہ ۴۵:۱۳) یعنی تمہارا فرمانبردار ہونا یا تم کو فائدہ پہنچانا اس تمام کائنات کی پیدائش کا مقصد ہے جس کے سامان بھی اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنی جناب سے ہی کئے ہیں۔ اور وہ یوں کہ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے آگے قرآن میں فرمایا ہے اس نے انسان کو زمین میں اپنا خلیفہ بنایا ہے اور اس کو ہر قسم کے علوم سکھا کر تمام کائنات کو اس کے لئے مسخر کر دیا ہے۔

تو جب تمام کائنات کی پیدائش کا مقصد یہ ہے کہ وہ انسان کی فرمانبردار بن کر اس کی خدمت میں لگ جائے تو یہ اہم ترین سوال باقی رہ جاتا ہے کہ خود انسان کی پیدائش کا کیا مقصد ہے؟ یہی وہ سوال ہے جس کا جواب آج سوائے قرآن حکیم کے اور کہیں سے نہیں ملتا۔ اور اگر انسان کو خود اپنی پیدائش کا مقصد نہ پتہ ہو تو پھر اس کی تمام زندگی اور تمام کائنات جو انسان کے لئے بنی اس اس کا بنایا جانا رائیگاں جاتا ہے۔

آیئے دیکھیں کہ خود انسان نے کیا سوچا کہ اس کی پیدائش کا کیا مقصد ہے؟ آج ہر قسم کے علوم اور سائنس کی ترقیات کے باوجود انسان نے اپنی زندگی کا مقصد اس سے زیادہ نہیں سمجھا جو آج سے ہزار ہا سال پہلے جہالت کے باوجود انسان نے اپنے لئے سمجھ لیا تھا۔ اور وہ تھا کہ انسان کھائے پیئے شادی بیاہ کرے، اولاد پیدا کرے یا جو تھوڑی بہت دنیاوی ترقی وہ کر سکتا ہے کرے اور بس! تو کیا اس عظیم الشان کائنات جس کے ایک ایک ذرّہ یعنی ایٹم میں بھی عجائبات کی دنیا بسی ہوئی ہے اس کی پیدائش کا صرف اس قدر مقصد تھا کہ انسان کی چند روزہ زندگی کے لئے اس کے کام آئے؟ کیا اس تمام کائنات کو جسے بقول سائنس کے اربوں کھربوں سالوں میں انسان کے لئے تیار کیا گیا اس کا مقصد صرف اتنا ہے کہ انسان چند روزہ کھائے پیئے، شادی بیاہ کر کے اولاد پیدا کرے اور پھر مر کر مٹی ہو جائے؟ یہ تو ایک حیوان کی پیدائش کا مقصد ہو سکتا تھا۔ جس کے لئے تمام کائنات بنی یعنی انسان اس کی پیدائش کا مقصد بھی صرف اتنا ہی ہے تو اس سے لغو مقصد کیا ہو سکتا ہے؟

انسان کی عقل اور انسان کی فطرت ایسے بے مقصد جواب سے کبھی مطمئن نہیں ہو سکتی۔ اور اگر اب تک انسانوں نے اس مقصد کو اپنا لیا تو صرف اس لئے کہ کسی نے اس اہم سوال کا جواب صحیح دیا ہی نہ تھا کہ اشرف المخلوقات یعنی انسان کی پیدائش کا مقصد کیا ہے؟ کسی شاعر نے کیا خوب لکھا ہے:

جو فلسفیوں سے حل نہ ہوا اور نکتہ وروں سے کھل نہ سکا
وہ راز اس کملی والے نے بتلا دیا چند اشاروں میں

تو وہ راز جس پر سے کہ قرآن حکیم نے پردہ اٹھایا وہ سورۃ فاتحہ کی روح یعنی

اس دعا میں ہے کہ اھد نا الصراط المستقیم ۔ صراط الذین انعمت علیھم یعنی ہمیں سیدھے راستہ پر لے کر چل ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام کیا؟ وہ راستہ کیا ہے؟ پھر ہر راستہ کی منزل مقصود ہوتی ہے جس کی طرف وہ راستہ لے کر جاتا ہے۔ وہ کیا ہے؟ اس کی تشریح ان الفاظ میں کر دی کہ صراط الذین انعمت علیھم یعنی ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام کیا۔ وہ لوگ کون تھے؟ ان پر کیا انعام ہوا؟

قرآن حکیم نے خود تشریح فرما دی کہ ''یعنی اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتا ہے تو یہ لوگ ان کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام کیا۔ یعنی نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں اور صالح لوگوں کے ساتھ اور یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں (سورۃ النساء ۴:۶۹) اور اس سے قبل کی آیت ہے کہ: ''اور ہم ضرور ان کو سیدھے راستہ پر لے کر چلتے'' تو ان تمام آیات کو سورۃ فاتحہ کی آیات اھد نا الصراط المستقیم ۔ صراط الذین انعمت علیھم کے ساتھ پڑھنے سے صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ جس سیدھے راستہ پر لے کر چلنے کی وہاں دعا کی گئی ہے وہ راستہ اس منزل مقصود کی طرف جاتا ہے جس کو نبیوں، صدیقوں، شہیدوں اور صالح لوگوں نے پالیا۔

اب سوال یہ ہے کہ ان لوگوں کو کیا نعمت ملی؟ اکثر لوگ دنیا دار ہوتے ہیں اور وہ دولت یا حکومت کو سب سے بڑی نعمت سمجھتے ہیں۔ مگر سوائے دو چار کے باقی کسی نبی کو یا کسی صدیق کو دولت یا حکومت نہیں ملی۔ اور جو لوگ شہید ہو گئے ان کو تو دنیا کی چیزیں ملنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اسی طرح سوائے تھوڑے صالح لوگوں کے باقی سب بھی دولت یا حکومت سے محروم رہے اور جن چند نبیوں، صدیقوں اور صلحاء کو دولت یا حکومت ملی تھی انہوں نے ان کو نہایت حقیر سمجھ کر رکھا۔ اور اگر دولت یا حکومت ہی وہ انعام ہے جس کی دعا سورۃ فاتحہ میں کی گئی ہے تو پھر وہ دین داروں کو تو نہیں بلکہ بے دین، دنیا داروں کو ملتی ہے۔

جو عظیم الشان نعمت نبیوں، صدیقوں، شہیدوں اور صالح لوگوں کو ملتی ہے وہ خود اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات ہے یعنی وہ خدا کو پالیتے ہیں۔ چنانچہ قرآن حکیم نے خود واضح فرمایا ہے کہ صراط مستقیم جس کی طرف لے کر جاتا ہے وہ خود اللہ تعالیٰ ہے۔ فرمایا: ترجمہ: ''سو جو لوگ اللہ پر ایمان لائے اور اس کو مضبوط پکڑا تو ان کو وہ اسی دنیا میں اپنی جناب سے رحمت میں داخل کرے گا (یعنی ان پر روحانی نعمتیں نازل فرمائے گا) اور اپنے فضل میں داخل کرے گا (یعنی دنیاوی فضل اور مہربانیاں بھی ان پر کرے گا) اور ان کو وہ اپنی طرف سیدھی راہ پر چلائے گا'' تو صراط مستقیم جس کی دعا سورۃ فاتحہ کی جان ہے اس کی منزل خود اللہ تبارک و تعالیٰ ہے۔ اسی بات کو دوسری جگہوں میں بھی قرآن حکیم کے اندر واضح فرما دیا گیا ہے مثلاً ''یعنی بے شک میرا رب صراط مستقیم پر چلنے سے ملتا ہے'' (ہود ۱۱:۵۶) ''یعنی یہ راستہ سیدھا میری طرف لے کر آتا ہے'' (الحجر ۱۵:۴۱)۔

اور بھی قرآن حکیم کی آیات اس بات کو واضح کرتی ہیں کہ انسان کی پیدائش کا مقصد اللہ کو پانا ہے جیسا کہ مثلاً ''پس جو چاہے وہ اپنے رب کی طرف رستہ کو اختیار کر لے'' (المزمل ۷۳:۱۹)۔ دوسری جگہ فرمایا: ترجمہ: ''یعنی جو لوگ ہمیں پانے کے لئے جدوجہد یعنی کوشش کرتے ہیں ہم ضرور بالضرور ان کو اپنے راستہ کی طرف لے چلیں گے'' (العنکبوت ۲۹:۶۹)۔ عربی میں لفظ ہدایت کے معنی صرف راستہ بتانا ہی نہیں بلکہ اس پر لے کر چلنا ہیں یہاں تک کہ انسان اپنی منزل مقصود کو پہنچ جائے۔

اللہ تعالیٰ کو جو تمام حسن و احسان کا، تمام خوبیوں کا مالک و منبع ہے، پانا کیسی بڑی نعمت ہے۔ اس کا ذکر اس انسان کی زبان سے سنیں جس نے اس دہریت اور دنیا پرستی کے زمانہ میں قرآن پاک پر اور سنت نبوی صلعم پر چل کر خدا کو پالیا یعنی حضرت مرزا غلام احمد صاحب مجدّد صدی چہاردہم آپ لکھتے ہیں:

''کیا بدبخت وہ انسان ہے جس کو اب تک پتہ نہیں کہ اس کا ایک خدا ہے جو ہر ایک چیز پر قادر ہے۔ ہماری بہشت ہمارا خدا ہے۔ ہماری اعلیٰ لذّات ہمارے خدا میں ہیں کیونکہ ہم نے اس کو دیکھا اور ہر ایک خوب صورتی اس میں پائی۔ یہ دولت لینے کے لائق ہے اگرچہ جان دینے سے ملے اور یہ لعل خریدنے کے لائق ہے اگرچہ تمام وجود کھونے سے ملے۔ **اے محرومو! اس چشمہ کی طرف دوڑو** کہ وہ تمہیں سیراب کرے گا۔ یہ زندگی کا چشمہ ہے جو تمہیں بچائے گا۔ میں کیا کروں اور کس طرح اس خوشخبری کو دل میں بٹھا دوں؟ کس دف سے میں بازاروں میں منادی کروں کہ تمہارا خدا یہ ہے، تا لوگ سن لیں۔ اور کس دوا سے میں علاج کروں تا سننے کے لئے لوگوں کے کان کھلیں۔ اگر تم خدا کے ہو جاؤ گے تو یقین رکھو کہ خدا تمہارا ہی ہے۔ تم سوئے ہوئے ہو گے اور خدا تعالیٰ تمہارے لئے جاگے گا۔ تم دشمن سے غافل ہو گے اور خدا اسے دیکھے گا اور اس کے منصوبے کو توڑے گا۔ تم ابھی نہیں جانتے کہ تمہارے خدا میں کیا کیا قدرتیں ہیں۔ اگر تم جانتے تو تم پر کوئی ایسا دن نہ آتا کہ تم دنیا کے لئے سخت غمگین ہو جاتے۔ ایک شخص جو ایک خزانہ اپنے پاس رکھتا ہے کیا وہ ایک پیسہ ضائع ہونے سے روتا ہے اور چیخیں مارتا ہے اور ہلاک ہونے لگتا ہے؟ پھر اگر تم کو اس خزانہ کی اطلاع ہوتی کہ خدا تمہارا ہر ایک حاجت کے وقت میں کام آنے والا ہے تو تم دنیا کے لئے ایسے بے خود کیوں ہوتے۔ **خدا ایک پیارا خزانہ ہے**۔ اس کی قدر کرو کہ وہ تمہارے ہر ایک قدم میں تمہارا مددگار ہے''

☆☆☆☆

Devotional Ode in Praise of the Holy Quran

By

Hazrat Mirza Ghulam Ahmad of Qadian Rendered into English Verse by

Dr. Abdul Karim Saeed

قرآن کریم کی مدح میں عاشقانہ ترانہ

جمال و حسنِ قرآں نور جان ہر مسلماں ہے　　قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

The immense beauty of the Quran is for every Muslim's life a light,
Other look to the moon, while the Quran makes our souls bright.

نظیر اس کی نہیں جمتی نظر میں فکر کر دیکھا　　بھلا کیونکر نہ ہو یکتا کلام پاک رحمٰں ہے

Nothing pleases our eyes, however deeply we reflect and compare,
And why should it not be, for nothing can with the Holy Rahman's words compare

بہارِ جاوداں پیدا ہے اس کی ہر عبادت میں　　نہ وہ خوبی چمن میں ہے نہ اس سا کوئی بستاں ہے

Every passage of it is fresh as an everlasting spring, for ever to abound,
Such beauty is neither in the garden beds nor in flower gardens found.

کلام پاک یزداں کا کوئی ثانی نہیں ہرگز　　اگر لولوئے عماں ہے وگر لعلِ بدخشاں ہے

There can be no match to the value of the pure words of the Yazdan,
Whether they be the pearls of Oman or the rubies of Badakhshan.

خدا کے قول سے قولِ بشر کیونکر برابر ہو　　وہاں قدرت یہاں درماندگی فرق نمایاں ہے

How can the words of God with those of human words compare,
One the Immensely Powerful, the other abject: the difference is clear.

ملائک جس کی حضرت میں کریں اقرارِ لاعلمی　　سخن میں اس کے ہمتائی کہاں مقدور انساں ہے

In Whose Presence the angels ignorance plead,
How can words of humans His words exceed.

بنا سکتا نہیں اک پاؤں کیڑے کا بشر ہرگز　　تو پھر کیونکر بنانا نورِ حق کا اس پہ آساں ہے

A human who can not a leg of an insect make,
How can he the creation of Light of Truth undertake?

ارے لوگو! کرو کچھ پاس شانِ کبریائی کا　　زباں کو تھام لو اب بھی اگر کچھ بوئے ایماں ہے

O people, to His Eminence give the respect with grace,
Hold your tongues in respect if you have of faith any trace,

خدا سے غیر کو ہمتا بنانا سخت کفراں ہے　　خدا سے کچھ ڈرو یارو یہ کیسا کذب و بہتاں ہے

To associate others with God is a shameful deed,
As you lie and slander of God's wrath do heed.

اگر اقرار ہے تم کو خدا کی ذاتِ واحد کا　　تو پھر کیوں اس قدر دل میں تمہارے شرک پنہاں ہے

If by confessing "there is no God but He' you abide,
Then how within your hearts you so many idols hide.

یہ کیسے پڑ گئے دل پر تمہارے جہل کے پردے　　خطا کرتے ہو باز آؤ اگر کچھ خوف یزداں ہے

How in the veils of ignorance your hearts are concealed,
Refrain from your error if you have any fear of Yazdan, to Him yield.

ہمیں کچھ کیں نہیں بھائیو نصیحت ہے غریبانہ　　کوئی جو پاک دل ہووے دل و جاں اس پہ قرباں ہے

I have no grudge against you, my brothers, I only humbly advise,
For those pure of heart: respectfully with heart and soul I rise.

باہتمام پاکستان پرنٹنگ ورکس کچا رشید روڈ لاہور سے چھپوا کر پبلشر چوہدری ریاض احمد صاحب نے دفتر پیغام صلح، دارالسلام۔۵۔عثمان بلاک، نیوگارڈن ٹاؤن لاہور سے شائع کیا۔

ختم نبوت کا مفہوم

تمام نبوتیں اور تمام کتابیں جو پہلے گذر چکیں ان کی الگ طور پر پیروی کی حاجت نہیں رہی کیونکہ نبوت محمدیہ ان سب پر مشتمل اور حاوی ہے اور بجز اس کے سب راہیں بند ہیں۔

تمام سچائیاں جو خدا تک پہنچاتی ہیں اس کے اندر ہیں نہ اس کے بعد کوئی نئی سچائی آئے گی اور نہ اس سے پہلے کوئی ایسی سچائی تھی جو اس میں موجود نہیں تھی اس لئے اس نبوت پر تمام نبوتوں کا خاتمہ ہے اور ہونا چاہیے تھا کیونکہ جس چیز کے لئے ایک آغاز ہے اس کے لئے ایک انجام بھی ہے۔

(الوصیت، ص۱۲)

مدعی نبوت کافر ہے

ہمارا مذہب یہی ہے کہ جو شخص حقیقی طور پر نبوت کا دعویٰ کرے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن فیوض سے اپنے تئیں الگ کر کے اور اس پاک سرچشمہ سے جدا ہو کر آپ ہی براہ راست نبی اللہ بننا چاہتا ہے تو وہ ملحد و بے دین ہے اور غالباً ایسا شخص اپنا کوئی کلمہ بنائے گا اور عبادات میں کوئی نئی طرز پیدا کرے گا اور احکام میں کچھ تغیر و تبدل کر دے گا پس بلاشبہ وہ مسیلمہ کذاب کا بھائی ہے اور اس کے کافر ہونے میں کچھ شک نہیں۔

(انجام آتھم، ص۲۷۔۲۸ حاشیہ)

الوداع

(تربیتی کورس کے طلبہ کے لئے)

از: اعظم علوی

اے عزیزانِ مکرم الوداع
اے بزرگانِ معظم الوداع

الوداع اے نونہالانِ چمن
الوداع اے ابر و بارانِ چمن

شاخسارانِ چمن کو الوداع
یادگارانِ چمن کو الوداع

آپ کے جوشِ عقیدت کو سلام
آپ کے حسنِ شرافت کو سلام

دیں کی خاطر عزم و ہمت کو سلام
اور سفر کی ہر صعوبت کو سلام

دل میں کیا کیا ولولے لائے تھے آپ
علم دین کے واسطے آئے تھے آپ

شکر للہ آپ نے حاصل کیا
نورِ عرفاں علم قرآں مرحبا

آپ جس نقشِ قدم پر ہیں رواں
ہے بزرگوں سے عقیدت کا نشاں

گامزن ہیں آپ اب جس راہ پر
دیں کے ماتوں کی یہی ہے رہ گذر

اس کے راہی منزلوں سے باخبر
دین و دنیا میں بنے ہیں راہبر

آپ ہی وارث ہیں اس جاگیر کے
جس میں کانٹے ہیں بہت تکفیر کے

محتسب حافظ نہیں غماز ہے
یہ فقیہہ شہر کا ہمراز ہے

آپ کے قول و عمل کا امتیاز
آپ کے کردار میں اوج و فراز

اس گھنونی صورت حالات کو
روزِ روشن میں بدل دیں رات کو

پھر خدا نے آپ کو دی ہے زباں
آپ ہی ہیں دینِ حق کے ترجماں

دین و دنیا کے لئے روشن کتاب
آپ ہی ہیں آفتاب و ماہتاب